ڈاکٹر ایم اے غازی

(امام فیصل مسجد، اسلام آباد)

کی انگریزی تصنیف

قادیانی مسئلہ

اور لاہوری گروپ کی حیثیت

کا تنقیدی جائزہ

بشارت احمد بقا

www.aaiil.org

حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں

طبع اوّل : ۱۹۹۸ء

تعداد : ۱۱۰۰

طابع : ایم۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرس، ۱۳۹۷۔ پہاڑی املی
چوڑی والان، دہلی ۱۱۰۰۰۶ فون : ۳۲۶۶۲۶۵

ناشر : احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند دہلی ۱۱۰۰۹۵
فون: ۲۲۹۶۶۱۶

احمدیت سے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنے نیز لٹریچر منگانے کے لئے
مندرجہ ذیل پتوں پر لکھیں۔

● احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند
L25/A جنتا فلیٹس گراونڈ فلور دلشاد گارڈن دہلی ۱۱۰۰۹۵

● احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند
مسجد احمدیہ، پیر مٹھا، جموّں ۔جموّں کشمیر

● احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند
چوتھی منزل فاطمہ بائی کورٹ جیکب سرکل 17 مولانا آزاد روڈ ممبئی ۴۰۰۰۱۱ (مہاراشٹر)

فہرست مضامین

مقدمہ کرم دین میں مولانا محمد علی کی شہادت ۱۳

اخبار "پیغام صلح" کا مزعومہ حلفیہ بیان ۱۵

جماعت لاہور کی قرارداد حضرت مرزا صاحب کے جانشین کے بارے میں ۱۶

جماعت لاہور کے بارے میں غازی صاحب کے مفروضے ۱۸

کیا حضرت مرزا صاحب نے گذشتہ انبیاء پر فضیلت کا دعویٰ کیا؟ ۲۵

مولوی ظہورالدین اکمل کی نظم کا تجزیہ ۲۹

لاہوری جماعت کی اختیار کردہ بعض اصطلاحات ۳۴

آیت آخرین منھم کے متعلق مولانا محمد علی کی تفسیر اور غازی صاحب کا غلط استدلال ۴۵

ہمارے عقائد

۱۔ ہماری جماعت تمام ان عقائد واحکامات پر ایمان رکھتی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں درج ہیں، اور ہم تمام ان امور کو اپنا دین سمجھتے ہیں جن پر سلفِ صالحہ کا اِتفاق ہے اور جن پر اہلِ سنّت والجماعت کا اجماع ہے ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دِلی ایمان سے آخرالانبیاء یقین کرتے ہیں۔

۲۔ حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

۳۔ حضُور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرائیل کسی پر وحی نبوّت لے کر نازل نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اگر جبرائیل وحی نبوّت کا صرف ایک فقرہ ہی لے کر کسی شخص پر اُترے تو قرآن کریم کا وہ دعویٰ جو اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ میں کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ باطل ہو جاتا ہے اور ختم نبوّت کی مُہر ٹُوٹ جاتی ہے۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ وحی نبوّت منقطع ہے لیکن ولایت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے کُھلا ہے تاکہ اُمّت کے ایمان واخلاق کی آبیاری ہوتی رہے۔

۶۔ اس اُمّت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق صرف اولیاء کرام اور مجدّدین اور محدّثین آسکتے ہیں نبی نہیں آسکتے۔

۷۔ اس اُمّت کے مجدّدین میں سے حضرت مرزا غُلام احمد صاحب چودہویں صدی کے مجدّد ہیں اور آئندہ بھی حدیث کی پیش گوئی کے مطابق مجدّد پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت میرزا صاحب نبی نہیں صرف مجدّدیت کے منصب پر فائز ہیں۔

۸۔ حضرت میرزا صاحب کا ماننا بنیادِ دین میں سے نہیں نہ جزوِ ایمانیات ہے اس لئے ان کو نہ ماننے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔

۹۔ ایک مُسلمان جب تک کلمہ طیّبہ کا قائل ہے اس کو کسی صُورت میں کافر قرار نہیں دیا جاسکتا وہ مجرم ہو سکتا ہے لیکن کسی جُرم معصیت کی بناء پر اس کو کافر کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰۔ ہم حضرتِ میرزا صاحب کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم وغُلام سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی زیر نظر کتاب کے آخری ۷۳ صفحات جماعت احمدیہ لاہور جسے وہ لاہوری گروپ کے نام سے پکارتے ہیں کی حیثیت بیان کرنے کے لئے مختص کئے ہیں۔ اور اس جماعت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کی وجوہات بیان کرنے میں پورا زور قلم صرف کیا ہے اور اپنے قارئین کو طرح طرح کے مغالطوں میں خوب الجھایا ہے۔ مگر اپنے سارے مضمون میں کسی مسلمہ اصول کی ایک بات بھی بیان نہیں کی۔ مجھے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ غازی صاحب نے نہ تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصنیفات کا کبھی مطالعہ کیا ہے اور نہ ہی اکابر جماعت احمدیہ لاہور کی تصنیفات اور تحریرات پر کبھی غور و خوض کیا ہے۔ معاندین سلسلہ کے پیدا کردہ معاندانہ لٹریچر پر انہوں نے تمامتر انحصار کیا ہے۔ اور بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں۔ پھر ہمارے قادیانی کرمفرماؤں نے بھی ریویو آف ریلیجنز سے چند تحریریں نکال کر انہیں مہیا کر دیں کہ یہ دیکھ لیجئے مولانا محمد علی ۱۹۱۴ء سے پہلے حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے بھی تھے اور پیش بھی کرتے تھے۔ مگر بعد میں انکار کر دیا اور مجدد کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ غازی صاحب نے ان تحریرات کو مفید مطلب جان کر اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جن دنوں سید ابوالحسن ندوی اپنی کتاب "قادیانیت" لکھ رہے تھے۔ تو انہوں نے سلسلہ احمدیہ کے متعلق بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کی غرض سے مولانا عبدالمنان عمر خلف حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے ملاقات کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی باتیں جو وہ لکھ رہے تھے یا لکھنا چاہتے تھے انہیں حذف کر دیا۔ اسی طرح مشہور اہل حدیث عالم دین احسان الٰہی ظہیر نے جب بہائیت پر ایک مستقل کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔ تو سیدھے مولانا عبدالمنان صاحب عمر کے در دولت پر حاضر ہوئے اور گفتگو کا آغاز ان الفاظ میں کیا۔ کہ آج میں ایک صاحب علم کو سلام کرنے کے

لئے حاضر ہوا ہوں۔ بات صرف یہ تھی کہ مولانا صاحب انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بہائیت پر ایک بلند پایہ مضمون لکھ چکے تھے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ جب محترم غازی صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے مسلک پر لکھنے کے لئے بیٹھے تھے۔ تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ اپنے اندر کچھ وسعت قلبی پیدا کر کے اس جماعت سے رابطہ کرتے اور اپنے مسلک کی جو تشریح وہ کرتی ہے۔ اس پر بھی غور و فکر کر لیتے۔ اس طریق کار سے ان کی بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جاتا لکھنے کے لئے ان کے پاس باقی صرف وہ کچھ رہ جاتا۔ جس کا تسلی بخش جواب اس جماعت کے علماء سے شاید نہ بن پڑتا۔ مگر جو طریق انہوں نے اختیار کیا ہے اس سے احقاق حق کی بجائے کتمان حق ضرور ہوا ہے۔ اور جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ اس خفت کو مٹانے کے لئے ہے جو اس جماعت کے ایک عالم دین حضرت حافظ شیر محمد خوشابی مرحوم و مغفور کے ہاتھوں انہیں جنوبی افریقہ کی ایک عدالت عظمہ میں اٹھانی پڑی تھی۔ اسی عدالت میں پاکستانی علماء کے وفد کی موجودگی میں ہمارے اس مرد مجاہد نے کہا تھا کہ ساری دنیا کے مسلمان صرف زبانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین مانتے ہیں۔ مگر عملاً ہرگز نہیں مانتے کیونکہ وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کی آمد ثانی کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اسی طرح قادیانی حضرات بھی آنحضرت صلعم کو خاتم النبین مان کر آپ کے بعد مسیح محمدی کو نبی اللہ تسلیم کر چکے ہیں۔ مگر دنیا میں صرف جماعت احمدیہ لاہور ہی واحد جماعت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظاً اور معناً خاتم النبین مانتی ہے اور کسی نئے یا پرانے نبی کے آنے کی قائل نہیں ہے۔ اس عدالت میں نہ ایم اے غازی صاحب سے کوئی جواب بن پڑا اور نہ ہی پاکستانی وفد کے کسی دوسرے ممبر سے۔ سب کے سب اپنا سا منہ لے کے چپ سادھے بیٹھے رہے۔ مگر جب غازی صاحب واپس گھر پہنچے تو یہ کتاب لکھ ڈالی اور سارا زور اس بات پر صرف کر دیا کہ جماعت احمدیہ لاہور بھی درحقیقت حضرت مرزا صاحب کو اسی طرح کا نبی مانتی ہے جس طرح کا قادیانی جماعت مانتی ہے۔ مگر بالعموم وہ یہ کہتی رہتی ہے کہ وہ ان کو حقیقی معنوں کی رو سے نبی نہیں مانتی بلکہ انہیں ایک مجدد قرار دیتی ہے۔ تاہم جماعت کے اس مسلک کے باوجود بھی غازی صاحب فرماتے ہیں۔

"ان کی اس حیثیت کو اگر درست تسلیم بھی کر لیا جائے پھر بھی یہ ان کو غیر مسلم قرار دیئے جانے سے نہیں بچا سکتی کیونکہ بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت ہو چکا ہے کہ مرزا نے خود کو مدعی نبوت قرار دیا تھا۔ اور اس کے کچھ اعتقادات خلاف اسلام تھے۔ وہ خارج از اسلام قرار پا گیا ہے۔ اس

لئے وہ تمام لوگ جو اس کو ہر لحاظ سے صادق مانتے ہیں اسی حلقہ میں داخل سمجھے جائیں گے قطع نظر اس سوال کے کہ وہ اسے نبی مانتے ہیں یا مجدد یا دینی راہنما۔ لہٰذا لاہوری گروپ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

قربان جاؤں میں اپنے پروردگار مولا کریم کے کیسی مشابہت تامہ پیدا کی ہے مسیح محمدی کی مسیح موسوی سے اور ان علماء کی علماء یہود سے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے پیروکار بھی دو حصوں میں بٹ گئے تھے۔ اکثریتی حصہ تثلیث پرست تھا اور اقلیتی حصہ موحد تھا۔ اکثریتی حصہ حضرت مسیح کو تین خداؤں میں ایک خدا قرار دیتا تھا اور اب بھی دیتا ہے اور اقلیتی حصہ آپ کو صرف نبی اور رسول اور خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تسلیم کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے۔ اسی طرح جناب مسیح ناصری دعوی الوہیت سے ہمیشہ انکار کرتے اور اپنے آپ کو محض نبی اور رسول کے طور پر پیش کرتے تھے۔ مگر علماء یہود مسلسل یہی رٹ لگاتے رہے کہ یہ شخص اپنے آپ کو خدا کہتا ہے نعوذ باللہ جھوٹا اور فریبی ہے اور انہوں نے فرقہ موحدین کو بھی نہ بخشا۔ اور ان کے کافر ہونے کی یہی دلیل دی تھی کہ یہ لوگ بھی جھوٹے دعویدار الوہیت کو سچا نبی اور رسول قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا جو فتوی مسیح کے لئے ہے وہی فتوی ان لوگوں کے لئے بھی ہے۔ نیرنگی زمانہ دیکھئے کہ علماء یہود کے نقش قدم پر چلتے ہوئے غازی صاحب اور ان جیسے سینکڑوں علماء نے بھی وہی فتوی لاہوری گروپ پر بھی چسپاں کر دیا ہے اور نیشنل اسمبلی کی آئینی ترمیم اور جنرل ضیاء الحق کے آرڈی نینس پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ مگر غازی صاحب کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ ہم احمدی جو جماعت لاہور سے وابستہ ہیں۔ علماء مخالف کے اس کردار کو اپنے امام ربانی کی سچائی کی روشن دلیل یقین کرتے ہیں۔ غازی صاحب اور ان جیسے تمام مکفر علماء سے جس قدر اسلام کو نقصان عظیم پہنچا ہے۔ اس کی تلافی صدیوں میں ممکن نظر نہیں آتی مگر جو فیض اسلام کو تحریک احمدیت سے پہنچا ہے اس کا برملا اعتراف ساری مغربی دنیا کر رہی ہے۔ اس تحریک نے یورپ' افریقہ' امریکہ اور دور دراز کے جزائر میں اسلام کے چراغ روشن کئے ہیں۔ اور متلاشیان حق کو کفر و الحاد کے اندھیروں سے نکال کر نور حق دکھایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر غازی صاحب مشہور انگریز نو مسلم محمد مارماڈیوک پکھتال مرحوم و مغفور کی مندرجہ ذیل رائے کو تعصب اور عناد سے خالی الذہن ہو کر پڑھ لیں۔

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولانا محمد علی صاحب سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں۔ ان کے تصنیفی کارناموں کی وجہ سے تحریک احمدیت ایک

خاص شہرت اور امتیاز کی مالک بن گئی ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب (دی ریلیجن آف اسلام۔ ناقل) ان کی سب سے اچھی تصنیف ہے۔ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن و سنت سے خوب واقف ہے جس کے دل میں پچھلی پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے۔ جس کے آثار اب چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔ (رسالہ اسلامک کلچر 'حیدر آباد دکن' اکتوبر ۱۹۳۶ء)

یہ رائے ایک مستند عالم دین اور مترجم انگریزی ترجمۃ القرآن کی ہے۔ جو حضرت مولانا محمد علی کے دینی علم اور فہم و فراست سے اسقدر متاثر تھا کہ جب اس کا ترجمۃ القرآن شائع ہوا تو مشہور پادری ڈاکٹر زویمر نے اپنے رسالہ "مسلم ورلڈ" میں لکھا۔ کہ یہ ترجمہ تو مولانا محمد علی آف لاہور کے ترجمۃ القرآن کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن ہے۔ اس رائے کے ساتھ لگے ہاتھوں اس رائے کی بھی ایک جھلکی دیکھ لیجئے جو علامہ علاؤالدین صاحب صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی اور وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ایک سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے وقت اپنے خطبہ صدارت میں ظاہر فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا۔

"میں اعتراف کرتا ہوں ان خدمات جلیلہ کا جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اکابر نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کی ہیں اور اس میں سب سے زیادہ شاندار خدمات حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہیں۔ جنہوں نے باہر کی دنیا میں اسلام پھیلانے میں اور انگریزی خواں مسلمانوں کے اندر اسلام کی ترویج و اشاعت کرنے میں بیش بہا کام کیا ہے کہ دور قریب میں اس کی مثال نہیں دکھائی دیتی اس پر میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اس بیدار مغز اور بیدار مقصد تبلیغی انجمن کو جو اسلام کی تبلیغ میں یقیناً کوتاہی نہیں کر رہی ہے" (پیغام صلح ۲۹ اپریل ۱۹۶۴ء)

غازی صاحب آپ اس جماعت کو خارج از اسلام قرار دیئے جانے پر خوشی کے شادیانے بجاتے ہیں۔ جس کی بیش بہا خدمات دینیہ کا اعتراف آپ کے اپنے ہی سینکڑوں بزرگ کر چکے ہیں اور جن کی فہم و فراست میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

آپ نے صرف علامہ اقبال کی رائے کو پلے باندھ رکھا ہے۔ حالانکہ وہ رائے اصل حقائق کا منہ چڑاتی ہے اور ان کی ذات گرامی کی بدنامی کا باعث ہے۔ احمدی مبشرین اور مبلغین نے اہل مغرب کے انداز فکر کو اسلام کی حقانیت اور اس کی ابدی صداقتوں کے حق میں بدلا ہے۔ اس کا اعتراف تو مخالفین اسلام بھی کرتے ہیں۔ مگر اس سلسلہ میں ہمارے مہربان علماء کو جو خود کو اسلام

کے پاسبان سمجھتے ہیں ہمیشہ آشوب چشم کا عارضہ لاحق رہا ہے اور کبھی حق گوئی سے کام نہیں لیا۔ اور اگر کبھی کچھ اظہار حق کیا بھی تو اس کا انداز یہ رہا۔

”میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کانٹ ڈیسکارٹ اور ہیگل کے فلسفے تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے غلام احمد قادیانی کی خرافات واہیہ پر اندھا دھند آنکھیں بند کر کے ایمان لاتے ہیں ------ (احمدیہ جماعت) ایک تناور درخت ہو چلا ہے جس کی شاخیں ایک طرف چین اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔“ (مولانا ظفر علی خان' اخبار زمیندار ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

مگر جن بزرگوں کی روحیں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بیقرار رہتی تھیں انہوں نے تحریک احمدیت کی خدمت کو یوں بنظر استحسان دیکھا تھا۔

”تحریک احمدیت کی ان زبردست کوششوں کا نتیجہ ہے کہ وہ مسلمان جو اٹھارہویں صدی میں اپنی موت پر دستخط کئے ہوئے تھے خدا کے فضل سے اپنے اندر زندگی کی ایک برقی لہر محسوس کرتے ہوئے اعلان عام کر رہے ہیں۔ کہ یہ بیسویں صدی ہر جگہ مسلمانوں کے لئے نشاۃ ثانیہ کے لئے بیداری کا آغاز ہے۔“ (ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم' پی ایچ ڈی بحوالہ رسالہ استقلال' لاہور ص ۱۰)

یہ باتیں میں نے بطور تمہید بیان کی ہیں۔ تاکہ غازی صاحب کو تحریک احمدیہ کی ان خدمات جلیلہ کا بھی احساس ہو جو اشاعت اور دفاع اسلام کے سلسلہ میں اس نے سرانجام دی ہیں۔

غازی صاحب فرماتے ہیں کہ ”مرزا غلام احمد کی حین حیات میں دونوں گروہوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ مرزا صاحب کے تمام متبعین بشمول مسٹر محمد علی لاہوری ہر بات میں متفق الخیال تھے۔ حتیٰ کہ جب حکیم نورالدین صاحب مرزا غلام احمد صاحب کے بطور خلیفہ جانشین ہوئے تو محمد علی لاہوری اور مرزا بشیر الدین دونوں نے اس کی سربراہی کو قبول کیا تھا۔ اور قادیانیوں کے مسلک میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا۔ مسلک میں کوئی تنازع نہ اٹھا۔ اس سارے عرصہ میں مرزا غلام احمد کے تمام پیروکار بشمول محمد علی لاہوری کھلے بندوں اعلان کرتے تھے کہ مرزا خدا کا نبی اور رسول ہے۔ اور جو لوگ اس کی نبوت کے منکر تھے انہیں شدت سے کافر قرار دیتے تھے۔“

اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ۱۹۱۴ء سے قبل زمانہ میں مولانا محمد علی' حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے اور لکھتے تھے۔ انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے مختلف شماروں سے آپ کی تحریرات میں سے پانچ اقتباس نقل کئے ہیں۔ اور ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

گورداسپور کی عدالت میں آپ کے بیان کا وہ حصہ بھی نقل کیا ہے۔ جو جون ۱۹۳۷ء میں قادیانی مناظر نے ''مباحثہ راولپنڈی'' میں پیش کیا تھا۔

مجھے اور میری طرح جماعت احمدیہ لاہور سے وابستہ ہر شخص کو اعتراف ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بارے میں نبی اور رسول کے الفاظ ۱۹۱۴ء سے قبل اکابر سلسلہ کی تحریرات میں ضرور استعمال ہوتے تھے۔ مگر جن معنوں میں استعمال ہوتے تھے انہیں دانستہ طور پر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے جن معنوں میں یہ الفاظ استعمال کئے ان کی تشریح بھی آپ نے خود ہی فرمادی تھی۔ مگر غازی صاحب کی بلا سے وہ تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے مولانا محمد علی حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے تھے۔ کن معنوں میں مانتے تھے اس سے انہیں کچھ سروکار نہیں۔ مگر یہ وطیرہ ایک عالم دین کی شان کے شایان نہیں۔ اسی ریویو آف ریلیجنز میں حضرت ممدوح کے مندرجہ ذیل الفاظ موجود ہیں:

''اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی'' (جلد ۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۹۰۴ء)

اور صفحہ ۱۳۱ پر لکھا:

''یہی امت ہے کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کی مانند خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں اور اگرچہ رسول نہیں مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان ان پر ظاہر ہو جاتے ہیں''۔

گویا حضرت مولانا مرحوم نے حدیث نبوی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا صحیح مفہوم اور مطلب ان درج شدہ الفاظ میں بیان فرمادیا تھا۔ لیکن ۱۹۱۴ء کے آغاز میں اشتباہ کا ایک موقع پیدا ہوا ایک صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کے لئے ایک مضمون بعنوان ''احمد از پرافٹ'' لکھا تو حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس پر ذیل کا نوٹ تحریر کیا۔

''لفظ پرافٹ'' (نبی) یہاں اصطلاح شریعت میں استعمال نہیں ہوا۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم آخری نبی ہیں۔ بلکہ اس کو یہاں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنیوالے کے وسیع معنے میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ وہ نعمت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سب سچے مسلمانوں کو دیا ہے۔ (لھم البشریٰ فی الحیات الدنیا) اور یہی وہ نعمت ہے جو ایک ممتاز رنگ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو عطا کی گئی۔''

ان معنوں میں لفظ نبی کے استعمال پر احمدیہ جماعت کے تمام اکابر کا اجماع تھا۔ اور انہی معنوں میں سلسلہ کے لٹریچر میں یہ لفظ استعمال ہوتا تھا۔ مشتے از خروارے احمدی عالم دین مولوی سید سرور شاہ صاحب نے جو مرزا بشیرالدین صاحب کے استاد بھی تھے اپنے ایک مضمون میں لکھا:

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا دوم عالی رتبہ شخص جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے مشرف کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء ہو گزرے ہیں۔" (اخبار بدر' قادیان ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

اسی طرح ایک دوسرے بزرگ مفتی محمد صادق صاحب نے لکھا:

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبین ہیں آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ وہ بھی آنحضرتؐ کے طفیل آپؐ سے فیضیاب ہو کر اس امت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام الٰہی کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی آئندہ کی خبریں بطور پیشگوئی کے بتلائی تھیں جو پوری ہوتی رہیں اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔" (بدر جلد ۹ نمبر ۵۱۔ ۵۲)

ان تحریروں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد غازی صاحب کو لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نبوت جو حضرت مرزا صاحب اور تمام علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کو ملتی رہی وہ نبوت ہرگز نہیں جو سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا:

"اور ایک نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعوی کرنا قرآن شریف کی رو سے منع کیا گیا ہے ایسا کوئی دعوی نہیں کیا گیا۔" (حقیقتہ الوحی ص ۳۹۰۔ ۱۹۰۷)

ساری احمدیہ جماعت اپنے امام ربانی کے اسی عقیدہ پر ۱۹۱۴ء سے پہلے قائم تھی۔ خود مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بھی اسی عقیدہ پر قائم تھے۔ اور جماعت کے اکابر اپنی تحریرات میں

حضرت مرزا صاحب کو صرف لغوی معنوں میں نبی لکھتے تھے۔ اگر وہ حضرت اقدس کو دوسرے انبیاء کی طرح نبی مانتے ہوتے۔ تو پھر مرزا بشیرالدین محمود احمد مندرجہ ذیل بات لکھنے کی کیسے جرأت کرسکتے تھے:

"چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپؐ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ایک ہی دروازہ کھلا رکھا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دروازہ ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ مختلف ممالک میں مختلف قوموں کے لئے انبیاء آتے تھے اور ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہ ہوتا تھا لیکن آپ کی بعثت کے بعد کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر رسول اللہ صلعم کی اتباع کی مہر نہ ہو صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کی اتباع کی برکت سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔" (اخبار بدر، ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء)

"مگر آنحضرت صلعم کے دعوے کے بعد تیرہ سو برس گزر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعوی کر کے کامیابی حاصل نہیں کی۔ آپؐ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ آخر آپؐ سے پہلے بھی تو لوگ نبوت کا دعوی کرتے تھے..... مگر آپؐ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ کیوں بند ہو گیا۔ اب کیوں کوئی کامیاب نہیں ہوتا۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی پیشگوئی ہے کہ آپؐ خاتم النبین ہیں۔ اب ہم اسلام کے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کیا نشان ہو سکتا ہے کہ آپؐ کے دعویٰ کے بعد کوئی شخص جو مدعی نبوت ہوا ہو کامیاب نہیں ہوا۔ پس اس طرف اشارہ تھا کہ کان اللہ بکل شئی علیما یعنی ہم نے آپؐ کو خاتم النبین بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان، اپریل ۱۹۱۰ء)

اگر غازی صاحب کا مقصد احقاق حق ہے۔ تو پھر میری ان پیش کردہ تحریرات سے وہ با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے ۱۹۱۴ء کے بعد اپنے موقف اور مسلک میں تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد نے جماعت کے اصل عقائد میں غلو کیا ہے۔ اور اجرائے نبوت اور تکفیر اہل قبلہ کو اپنے بنیادی عقیدے بنا لیا ہے۔ اگر حضرت مولانا محمد علی صاحب حضرت مرزا صاحب کو ویسا ہی نبی قرار دیتے تھے جیسا کہ جماعت قادیان اب قرار دے رہی ہے۔ تو آپ نے حضرت اقدس کے منکرین کو لازماً کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار

دیا ہوتا۔ مگر قادیانی حضرات بار بار مطالبہ کے باوجود آج تک حضرت ممدوح کی کوئی ایک تحریر بھی اس سلسلہ میں پیش نہیں کر سکے۔ ظاہر ہے کہ جب گذشتہ اسی (۸۰) سال میں قادیانی کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکے تو ایم اے غازی صاحب کی کیا بساط ہے۔ میں اس سلسلہ میں خود حضرت مولانا صاحب کی اپنی تحریر پیش کرتا ہوں جو اس نکتہ کو بہت زیادہ واضح کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اگر میری لفظ نبی کے استعمال سے وہی مراد ہوتی جو آج قادیانی جماعت لیتی ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح وہ بانی سلسلہ پر ایمان نہ لانیوالوں کو کافر قرار دیتی ہے۔ میں نے بھی کبھی ان کو اپنی کسی تحریر میں کافر قرار دیا ہوتا اور میں ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ان بزرگوں کو یہ چیلنج دے چکا ہوں کہ وہ میری انبار در انبار تحریروں سے میرے کسی مضمون سے یہ نکال دکھائیں کہ میں نے کبھی غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہو۔ لیکن وہ آج تک کوئی ایسا حوالہ پیش نہیں کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک نہ کر سکیں گے۔“

اور آخر میں ایک بڑی ٹھوس حقیقت یوں بیان فرمائی:

”پھر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کی منسوخی کا ایک ڈھکوسلا نکالا ہے۔ بانی سلسلہ نے کہیں نہیں لکھا اور نہ ۱۹۱۴ء تک کسی احمدی کے وہم و گمان میں یہ بات تھی کہ بانی سلسلہ کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ جب تک کہ خلیفہ قادیان نے مسلمانوں کی تکفیر کے شوق میں یہ ایجاد نہ کی تھی۔ اگر تھی تو اب بھی قسم کھا کر کوئی احمدی کہہ دے کہ خلیفہ قادیان کے ایسا لکھنے سے پہلے اسے یہ علم تھا کہ ۱۹۰۱ء میں بانی سلسلہ کے دعویٰ میں تبدیلی ہو گئی تھی اور پہلی تحریریں منسوخ ہو گئی تھیں۔ اور اس ڈھکوسلا کا تو یہی جواب کافی ہے کہ ۱۹۰۱ء کے بعد جنوری ۱۹۰۳ء میں اپنی کتاب ”مواہب الرحمٰن“ میں بانی سلسلہ صفحہ ۶۶،۶۷ پر

اندکے ذکر دربارۂ عقائد ما

کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں۔

وخدا را مکالمات و مخاطبات است باولیائے خود دریں امت وایشاں را رنگ انبیاء دادہ می شود و در حقیقت انبیاء نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است۔

اس ظلم کی کوئی انتہا ہے کہ ایسی صاف تحریروں کے باوجود آج بانی سلسلہ کو نبی الحقیقت نبی بنایا جاتا ہے۔ احمدیت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں کہ اپنے وہ کام کر رہے ہیں جن کی غیروں سے شکایت تھی۔“ (ٹریکٹ ”میری تحریر میں لفظ نبی کا استعمال“ ۱۴ اپریل ۱۹۴۱ء)

میں ایم اے غازی صاحب کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تحریرات میں جہاں کہیں نبی اور رسول کے الفاظ آئے ہیں وہاں محدث اور مامور کے الفاظ لکھ لیں اس سے ان کی تمام دماغی الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ اور جو اعتراض انہوں نے کیئے وہ تمام رفع ہو جائیں گے۔ بہرحال غازی صاحب نے جماعت احمدیہ کی ۱۹۱۴ء سے پہلے کی جو صورتحال اپنی تمہید میں بیان کی ہے۔ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اصل صورتحال کے بالکل برعکس ہے۔ اکابر جماعت لاہور نے اپنے پرانے موقف میں سرمو کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ بلکہ مرزا بشیرالدین صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اپنے موقف میں تبدیلی کر کے ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور حضرت مرزا صاحب سے اس نبوت کا دعویٰ منسوب کر دیا جس کے انکار سے ساری امت محمدیہ ہی کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ وہ نبوت جو محض لغوی 'جزوی 'ظلی اور مجازی تھی وہ انہی معنوں میں حقیقی اور عین اصطلاح اسلام کے مطابق بنا دی گئی جیسی تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی تھی اور جس ہستی کا اعلان یہ تھا۔ کہ ابتداء سے میرا مذہب یہ ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا ("تریاق القلوب" صفحہ ۱۳۰)۔ اسی جلیل القدر ہستی کے فرزند نے اور اسی قادیان کی بستی سے یہ اعلان کیا۔ کہ "یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب (حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ ناقل) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف آیت ۷) کے مصداق ہیں سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں" ("آئینہ صداقت" صفحہ ۳۵)۔ اس صورت حال میں اکابر لاہور کا قادیان کی مرکزی جماعت سے علیحدگی اختیار کرنا بڑا ہی جراتمندانہ اقدام تھا۔ جس جوش وجذبہ اور اخلاص سے ان بزرگوں نے دنیا کو لات مار کر حضرت امام ربانی کے قدموں میں بیٹھ کر خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ اور شاہانہ زندگی کی بجائے اپنے مرشد کی بستی قادیان میں درویشانہ زندگی اختیار کر لی تھی۔ اسی جوش وجذبہ سے تمام دنیوی اغراض سے بالاتر ہو کر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں لاہور منتقل ہو کر کھپریلوں کے سائے میں بیٹھ گئے تھے۔

میں غازی صاحب کو یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ حضرت مولانا نورالدین کے زمانہ خلافت میں

ایک تنازعہ مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں پیدا ہوا تھا۔ جس کے باعث جماعت دو گروپوں میں بٹ گئی تھی۔ اور اس تنازعہ کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے جو اظہار خیال کیا تھا غازی صاحب اس پر غور فرمائیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے اخبار "الہلال" مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء میں لکھا:

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بناء پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعووں پر ایمان نہ لائیں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ بشیر الدین محمود ہیں اس گروہ نے اب انہیں خلیفہ قرار دیا ہے مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔ مولوی محمد علی ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب جرات اور دلاوری کے ساتھ قادیان میں رہ کر اظہار رائے کیا ہے۔ جہاں پہلے گروہ کے رؤسا ہیں وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا ایک یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

یہ اس عظیم شخص کی رائے ہے جو اپنے اسلامی جوش و جذبہ اور دینی اور سیاسی بالغ نظری کے باعث مدت دراز تک مسلمانان برصغیر پاک و ہند کے دل و دماغ پر چھایا رہا مگر جسے جماعت احمدیہ سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ اس غیر جانبدار شخص کی رائے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

مقدمہ کرم دین میں حضرت مرزا صاحب کا بیان اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کی شہادت

"مباحثہ راولپنڈی" جو جون ۱۹۳۷ء میں مابین جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت قادیان ہوا تھا۔ اس میں سے حضرت مرزا صاحب کا تحریری بیان جو آپ نے کرم دین بھیں کے مقدمہ میں داخل کرایا تھا اور جو شہادت حضرت مولانا محمد علی صاحب نے باقرار صالح دی تھی غازی صاحب نے اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اور مولانا محمد علی صاحب دونوں ہی مسلمانوں کو کافر جانتے تھے۔ مگر انہیں یہ یاد نہیں رہا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کا انکار کرنا ایک بات ہے اور آپ کی تکذیب و تکفیر کرنا دوسری بات ہے۔ کرم دین حضرت مرزا صاحب کا بہت بڑا مکذب تھا اور اس نے ایک جھوٹا مقدمہ آپ کے خلاف عدالت میں دائر کیا تھا۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہی مقدمہ اس کی مزید

ذلت ورسوائی کا باعث بن گیا۔ اوراس کا کاذب ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ غازی صاحب یہ بتائیں کہ ایک مجدد اور محدث کو آپ مامور من اللہ تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر تسلیم کرتے ہیں۔ تو اس کے مکذب اور مکفر کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ کیا اس تکفیر اور تکذیب کے باوجود بھی وہ مومن کا مومن ہی رہے گا۔ یا کسی سزا کا مستوجب ٹھہرے گا۔ جو مسلمان جھوٹ بولتا ہے اور کسی سچے انسان پر جھوٹا الزام لگاتا ہے وہ کاذب اور کذاب کہلاتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص بھی کذاب کہلاتا ہے جو جھوٹا دعویٰ ماموریت کا کرتا ہے۔ مگر جب تک وہ کلمہ طیبہ کا اقراری ہے۔ وہ بہرحال دائرہ اسلام کے اندر رہتا ہے اور کفر دون کفر کا مرتکب کہلاتا ہے۔ مگر ایک غیر مسلم کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ ہر ایک عیسائی حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو سچا نہیں جانتا۔ اگر سچا تسلیم کرے تو پھر وہ عیسائی نہیں رہتا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بیان میں کہا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے مرید آپ کو سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔ وہاں دشمن سے مراد تمام مسلمان نہ تھے بلکہ وہ لوگ تھے جو آپ کی تکذیب اور تکفیر پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ میں تکفیر اہل قبلہ کے باب میں ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب آپ کی تکفیر نہ کرنے والے مسلمانوں کو مسلمان جانتے تھے۔

قادیانی مناظر نے ان حوالوں سے وہ کام لینے کی ناکام کوشش کی تھی جو ایک ڈوبتا انسان تنکوں کا سہارا لیکر کرتا ہے۔ کاش غازی صاحب نے اس بحث کو جو کفر و اسلام کے موضوع پر دونوں جماعتوں کے مناظروں کے درمیان ہوئی تھی۔ خود پڑھا ہوتا۔ اور انہیں پتہ چل جاتا کہ قادیانی مناظر جماعت لاہور کے مناظر کے ہاتھوں کیسا پٹا تھا۔

میں ختم نبوت کے باب میں غازی صاحب کو بتا چکا ہوں کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے پہلی امتوں میں پیدا ہونیوالے محدثوں کو انبیاء میں جن کی تعداد حدیث شریف میں ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے شمار کیا ہے۔ (خیر کثیر صفحہ ۲۴۶)۔ اسی بزرگ کی زبان سے محدث کا مرتبہ بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

"محدث کا وہ مرتبہ ہے کہ جب محدث ظہور پاتا ہے تو اس کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اجتہادی شریعتوں کا پابند نہیں ہوتا جس طرح سورج کے ہوتے ہوئے چراغ کی ضرورت نہیں رہتی ایسا ہی محدث کا حال ہے کہ وہ مجتہدوں کے اجتہاد کا پابند نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب وہ آتا ہے تو اس کے ساتھ وحی اور رسولوں کے علوم ہوتے ہیں" (تفہیمات الہیہ صفحہ ۱۳۶)۔

ایسے عظیم المرتبت مامور کا مکذب کاذب اور کذاب نہ کہلائے گا تو اور کس نام سے یاد کیا جائے گا۔

جب محدثین بحیثیت مکلم من اللہ اور مامور کے گروہ انبیاء میں داخل سمجھے جاتے ہیں تو انہی معنوں میں اگر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول لکھدیا تھا تو کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ میں اس ساری بحث کو لپیٹنے کے لئے حضرت مولانا صاحب کا وہ حلفیہ بیان ذیل میں لکھ دیتا ہوں جو آپ نے قادیانی جماعت کے بار بار کے مطالبہ پر دیا تھا۔

"میں محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب مجدد و مسیح ہیں مگر نبی نہیں اور نہ ہی ان کے انکار سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے اور یہی عقیدہ حضرت صاحب کا تھا۔

اے خدا اگر میں نے تیرا نام لیکر قسم کھانے میں جھوٹ بولا ہے تو تو اپنی طرف سے ایسی عبرتناک سزا مجھ پر بھیج جس میں انسانی ہاتھ کا کوئی دخل نہ ہو اور جس سے دنیا سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مخلوق خدا کو دھوکہ دینے والوں پر خدا تعالیٰ کی گرفت کیسی سخت اور دردناک ہوتی ہے" (اخبار پیغام صلح ۱۱ دسمبر ۱۹۴۶ء)

اس موکد بعذاب قسم کے بعد آپ نے ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء بمطابق ۱۰ محرم الحرام کو داعی اجل کو لبیک اس وقت کہا۔ جب آپ اپنے انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کی نظر ثانی سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ کے مقابلے میں خلیفہ قادیان کو حلف موکد بعذاب اٹھانے کی کبھی جرات نہ ہوئی۔

اخبار "پیغام صلح" کا مزعومہ متفقہ حلفیہ بیان

غازی صاحب نے رسالہ "فرقان" قادیان کے حوالہ سے وہ بیان تحریر کیا ہے جو "پیغام صلح" کے مدیروں نے ایک سازش کے تحت ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء کے شمارہ میں شائع کیا تھا۔ غازی صاحب نے اس بیان کو جماعت لاہور سے منسوب کر دیا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے نہیں سوچا کہ ان کے اپنے قول کے مطابق ساری جماعت ۱۹۱۴ء سے پہلے متحد تھی۔ اور جماعت لاہور کا وجود مارچ ۱۹۱۴ء میں قائم ہوا تھا۔ حیرت ہے جب جماعت لاہور کا ۱۹۱۴ء سے قبل الگ وجود ہی نہ تھا۔ تو اس بیان یا اعلان کو اس سے کیوں کر منسوب کیا جا سکتا ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ اس بیان کو اس سوسائٹی سے منسوب کر سکتے ہیں جو "پیغام صلح" کی مالک تھی۔ مگر میں غازی صاحب کو بتا دوں کہ اس اعلان کے چھپتے ہی دونوں ایڈیٹر صاحبان کو جو در پردہ مرزا بشیر الدین محمود کی بنا کردہ انصار اللہ

پارٹی کے ممبر تھے فوراً چھٹی کرادی۔ کیونکہ یہ اعلان "پیغام صلح" کی بنیادی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ اور اس کا مقصد مالکان اخبار کی مسلمانوں میں ہر دلعزیزی کو نقصان پہنچانا تھا۔

جب ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ لاہور کی داغ بیل پڑی۔ تو یہ اخبار سوسائٹی کے ہاتھ سے نکل کر نو قائم شدہ انجمن کی تحویل میں آگیا اور اس کی ترجمانی کے فرائض ادا کرنے لگا۔ اگر غازی صاحب اس اخبار پر انجمن کا ترجمان بننے کے بعد کوئی گرفت کریں۔ تو میں جانوں۔ مگر وہ انشاء اللہ ایسا کبھی نہ کر سکیں گے۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رہنا چاہیئے۔ کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب اپنے مرشد ربانی کے زمانہ سے قادیان میں مستقل طور پر مقیم تھے۔ ایک طرف انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے' دوسری طرف صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری تھے۔ اور تیسری طرف حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ خلافت میں انگریزی ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے مشکل ترین کام میں ہمہ وقت مصروف تھے۔ لاہور میں الگ جماعت بنانے کی نوبت اس وقت آئی جب پانی سر سے اوپر گزر گیا اور قادیان میں بیٹھ کر اصلاح احوال کی کوئی صورت ممکن نہ رہی۔

جماعت لاہور کی قرارداد حضرت مرزا صاحب کے جانشین کے بارے میں

غازی صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کی اس قرارداد کا اقتباس بھی درج کیا ہے جو "پیغام صلح" مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور لکھتے ہیں کہ اس قرارداد سے اختلاف کی اصل وجہ کا انکشاف ہو جاتا ہے اور اسے محض سیاسی تنازعہ قرار دیکر لکھا ہے کہ اس کے باعث لاہوری گروہ نے اصل جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی۔ میں اس سلسلہ میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے مضمون کا اقتباس لکھ چکا ہوں جو غازی صاحب کے اخذ کردہ نتیجہ کو باطل قرار دیتا ہے۔
لاہور کے بزرگوں نے اپنی قرارداد خالص دینی مقاصد کے پیش نظر منظور کی تھی۔ پہلا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مرزا بشیرالدین صاحب کو امیر مان لینے سے جماعت بہت بڑے انتشار سے بچ جائے گی۔ اور اس کا اتحاد برقرار رہے گا۔ پرانے احمدیوں سے دوبارہ بیعت نہ لینے کے مطالبہ کا مقصد یہ تھا کہ اکابر سلسلہ جماعت کے اندر رہ کر جملہ اختلافات پر جو پیدا ہو چکے تھے پوری آزادی سے باہم گفتگو کر سکیں گے اور اختلاف کی خلیج کو پاٹ دیں گے۔ ان کے لئے بھی بیعت لازمی قرار دی گئی۔ تو اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ بغیر خلیفہ کی رضامندی اور اجازت کے وہ آپس میں کوئی گفتگو پوری آزادی سے نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح جو فتنہ جاگ اٹھا ہے اس کا قلع قمع کرنا ناممکن ہو جائے

گا۔ چنانچہ اکابر لاہور کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ مرزا بشیر الدین صاحب نے اپنے تمام مبائع کو ہدایت جاری کر دی کہ ماسوا چند علماء جماعت کوئی شخص جماعت لاہور کا پیدا کردہ لٹریچر ہرگز نہ پڑھے۔ اور یوں اپنی جماعت پر باہر سے آنے والی ہر آواز پہنچنے کے دروازے بند کر دیئے۔ اس شخص نے اپنی اس حکمت عملی پر بڑی سختی سے عمل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ جماعت صرف وہ کچھ جانتی اور کرتی ہے جو اس کا خلیفہ اسے بتاتا ہے۔ گویا حضرت بانی سلسلہ کی ساری تعلیم کا لب لباب اب صرف "ایمان بالخلافت" رہ گیا ہے۔

غازی صاحب نے مذکورہ قرارداد سے جو مزید نتیجے اخذ کیے ہیں۔ وہ سب سراسر غلط ہیں۔ میں اوپر بتا آیا ہوں کہ اکابر لاہور نے اپنے پرانے مسلک میں سرمو کوئی تبدیلی نہ کی تھی۔ بلکہ جو تبدیلی اصل مسلک میں کی گئی اس کے خلاف جہاد کی خاطر لاہور میں الگ جماعت بنانی پڑی۔

اگر جماعت احمدیہ لاہور حضرت مرزا صاحب کو لغوی اور مجازی معنوں میں نبی بتاتی اور پیش کرتی ہے تو یہ عین حضرت ممدوح کے اپنے دعویٰ کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

سمیت نبیا من اللہ علٰی طریق المجاز لا علٰی وجہ الحقیقت (حقیقۃ الوحی ۱۵مئی ۱۹۰۷ء)۔ اسی طرح "انجام آتھم" میں فرماتے ہیں:

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوی نہیں کیا۔ غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔۔۔۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷، ۱۸۹۷ء)

خدا جانے غازی صاحب اتنی بڑی مصیبت میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ اور بات کیوں مختصر

نہیں کرتے۔ وہ عالم دین ہونے کا ادعا کرتے ہیں۔ وہ بتائیں کہ از روئے شریعت کوئی شخص بغیر وحی نبوت پانے کے نبی ہو سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے صرف وحی ولایت پانے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اس وحی کا پانے والا کیسے نبی ہو سکتا ہے۔ آپ قادیانی جماعت کے علماء کی معاونت حاصل کر لیں اور بتائیں حضرت مرزا صاحب نے کس جگہ وحی نبوت پانے کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ایسا دعویٰ کہیں موجود ہی نہیں تو معلوم ہوا فنافی الرسول ہونے کے باعث آپ نے اپنے آپ کو ظلی طور پر محمدؐ احمدؐ اور نبی کہا تھا۔ اس طریق سے ختم نبوت کا تخلف بھی لازم نہیں آتا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے صاف لکھ دیا ہوا ہے کہ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدیہ کی چادر ہے (ایک غلطی کا ازالہ)۔ اور اپنی نبوت کے متعلق فرمایا کہ یہ نبوت بباعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل ہے کوئی مستقل نبوت نہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ۱۹۰۸ء) اور اس ظلی نبوت کو صرف اپنی ذات سے مختص نہیں کیا بلکہ فرمایا:

”مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو“ (حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۸)۔

جماعت لاہور کے بارے میں غازی صاحب کے مفروضے

غازی صاحب ایڑی چوٹی کا زور یہ ثابت کرنے کے لئے لگا رہے ہیں کہ جو عقیدہ یا مسلک جماعت لاہور نے اختیار کر رکھا ہے اپنے عملی اثرات کے لحاظ سے قادیانی مسلک سے مختلف نہیں ہے۔ بلکہ دونوں کا نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے۔ میں اس کا ایک مختصر حل یہ پیش کرتا ہوں کہ غازی صاحب حضرت مرزا صاحب کی تکفیر اور تکذیب سے دستکش ہو جائیں اور علی الاعلان کہہ دیں کہ میں حضرت اقدس کو کلمہ گو اور اہل قبلہ مسلمان سمجھتا ہوں۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے اکابر آپ کو امام الصلوۃ قبول کر کے آپ کے پیچھے بغیر کسی حیث بحث کے نماز پڑھنے کو تیار ہیں۔ اسی ایک بات سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت اور تکفیر اہل قبلہ کا سارا قصہ حل ہو جائے گا۔ بہر حال جو بات وہ لکھتے ہیں اس کا جائزہ بھی ہم لے لیتے ہیں۔ وہ لکھتے

ہیں:

عقیدہ کے دو مسئلے ہیں جو قادیانی اور لاہوری گروہوں کے مابین اختلاف کی بنیاد بتائے جاتے ہیں۔

(۱) مرزا غلام احمد کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ کا استعمال۔ لاہوری گروپ دعوی کرتا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے بلکہ انہیں مجدد تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) غیر احمدیوں کو کافر قرار دینا۔ لاہور گروپ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان مسلمانوں کو جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے کافر نہیں قرار دیتا۔ ان دونوں مابہ الامتیاز کا اس کی اپنی تحریرات کی رو سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

آگے چل کر پھر وہ تجزیہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ مجدد سے اس گروپ کی کیا مراد ہے اور حضرت مرزا صاحب کی ان تحریرات کی جن میں دعویٰ نبوت پایا جاتا ہے وہ کیا تشریح کرتا ہے۔ اس مضمون پر مسٹر محمد علی لاہوری نے ایک مکمل کتاب لکھی ہے۔ جس میں اپنے مسلک کی تائید میں بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت صرف لغوی اور مجازی رنگ میں تھی۔ غازی صاحب کہتے ہیں کہ اس کتاب کے تحقیقی مطالعہ سے بلاشک وشبہ یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان عملی طور پر کوئی بڑا اختلاف نہیں کیونکہ وہ یعنی مولانا محمد علی' حضرت مرزا صاحب سے وہی صفات منسوب کرتے ہیں جو نبی کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔ اور وہ تائید کرتے ہیں کہ ایک قسم کی نبوت کا حصول اب بھی ممکن ہے۔ اس سلسلہ میں غازی صاحب نے "النبوت فی الاسلام" ایڈیشن اول جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا تھا میں سے صفحات ۲۰۲ اور ۲۰۵ سے تین اقتباس نوٹ کئے ہیں۔ ان اقتباسات کے مطالعہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا صاحب مرحوم نے مبشرات کو ایک قسم کی نبوت قرار دیا ہے۔ جو ختم نبوت کے عقیدہ پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ مولانا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں ہوئی جسے مبشرات کہا جاتا ہے۔ غازی صاحب نے ان اقتباسات پر کوئی جرح نہیں کی اور اسلامی تعلیمات اور بزرگان دین کے اقوال کے حوالہ سے مبشرات کے بارے میں کوئی اظہار خیال نہیں کیا۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ غالباً غازی صاحب اس خیر الامت کے علماء ربانی کو بھی مبشرات کی نعمت سے محروم ہی قرار دیتے ہیں اور

او نبی وقت باشد اے مرید۔ تا ازو نور نبی آید پدید

کہنے والے کو نعوذباللہ کاذب قرار دیتے ہیں۔ کیا حدیث نبوی میں یہ ارشاد نہیں ہوا۔ لم یبق من النبوت الا المبشرات اور کیا المبشرات کو نبوت کا ہی ایک حصہ نہیں بتایا گیا۔ غازی صاحب کو کسی قادیانی نے یہ حوالے دے دیئے اور انہوں نے بغیر کسی غور و خوض کے لکھ دیئے ہیں۔ "النبوت فی الاسلام" کو خود مطالعہ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ میں بڑے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آج تک نبوت کے مضمون پر اس کتاب سے بڑھ کر مدلل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ مرزا بشیرالدین محمود صاحب نے اجرائے نبوت کے حق میں "حقیقتہ النبوۃ" حصہ اول لکھی تھی۔ "النبوت فی الالسلام" نے اس کا ایسا منہ توڑ جواب دیا تھا کہ اس شخص کو عمر بھر اپنی کتاب کا دوسرا حصہ لکھنے کی جرات نہ ہوئی۔ حیرت ہے جس کتاب نے اجرائے نبوت کے شائقین کے دانت کھٹے کر کے رکھ دیئے تھے۔ غازی صاحب اس کتاب کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں کہ عملی طور پر دونوں گروہوں کے اعتقادات میں کوئی فرق نہیں۔ مبشرات خدا تعالیٰ کی وہ نعمت ہے کہ جس کی وجہ سے اسلام کی دائمی سچائی اور دائمی زندگی کا روشن اور تابناک ثبوت ملتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کا یہ پختہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ نبوت محمدیہ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے مگر یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں ہے بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اور ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے پیروی اور محبت کرنے والوں پر خدا تعالیٰ اپنے انعام و اکرام کی بارش کرتا رہتا ہے۔ اور یہ لوگ اس مقام کے ہوتے ہیں کہ اگرچہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے تمام صفات اپنے وجود میں رکھتے ہیں۔ ہمارے اس عقیدہ کی تائید حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمتہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ "اور بہتیرے ایسے مزکی اور مصفی ہوں گے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت ہوگی اور رسالت کا ظل ہوں گے اور جس موقعہ سے انبیا لوگ علوم اخذ کرتے تھے اسی جگہ سے یہ لوگ بھی حاصل کریں گے۔ اس واسطے یہ لوگ انبیاء کے استاد بھائی کہلاتے ہیں الغرض یہ لوگ اس درجہ کے ہوتے ہیں کہ اگر نبی کا ختم ہونا نہ ہوتا تو منصب نبوت پر یہ لوگ قائم ہوتے۔ حاصل کلام ایسے لوگ قیامت تک ہوا کریں گے"
(صراط مستقیم، تمہید ص ۱۱)

اگر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم نے مبشرات کی اہمیت سمجھانے کے لئے اسے نبوت کی ایک قسم لکھ دیا تھا اس سے کونسا شرعی گناہ سرزد ہو گیا۔ ہاں اگر مرزا بشیرالدین محمود صاحب کی

طرح مبشرات کو اصل نبوت قرار دیا ہوتا۔ تو غازی صاحب اعتراض کرنے میں ضرور حق بجانب سمجھے جاتے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ غازی صاحب تنکوں کے سہارے سے جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں پر ہاتھ ڈالنے کی سعی ناکام کر رہے ہیں۔

ظلی اور بروزی نبوت غازی صاحب کی نگاہ میں

غازی صاحب حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت ٹھہرانے کے لئے ظلی یا بروزی نبوت اور حقیقی نبوت میں کوئی امتیاز رکھنے کے روادار نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ''غلطی کا ازالہ'' میں سے تھوڑی سی عبارت لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت اقدس کے نزدیک نبوت حقیقی اور بروزی میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک حضرت مرزا صاحب کی صورت میں دوبارہ مجسم پکڑ گئی ہے۔ جس کے باعث مرزا صاحب محمدؐ و احمدؐ ہو گئے۔ یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کیونکہ غازی صاحب نے بروز کا انگریزی زبان میں ترجمہ Reincarnation یعنی روح کا دوبارہ تجسّم پکڑنا کیا ہے۔ اگر وہ بروز کا وہ مفہوم اپنے پیش نظر رکھتے جو علماء حق نے بیان کیا ہوا ہے۔ تو پھر جو کیفیت ظلی نبوت کی حضرت مرزا صاحب نے ایک ''غلطی کا ازالہ'' میں بیان فرمائی ہے اس پر ایک لفظ بھی لکھنے کی جرات نہ کرتے۔ میرے نزدیک یہ بہت بڑی بد دیانتی ہے کہ بروز کے امت میں مسلمہ معنی کو ترک کر کے ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ سے معنی مستعار لئے جائیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں جڑ دیئے جائیں۔

غازی صاحب نے ''ایک غلطی کا ازالہ'' سے جو عبارت نقل کی ہے وہ ملاحظہ ہو:

''کیونکہ بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلعم تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے

میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا۔"

غازی صاحب نے اس عبارت کو انگریزی زبان میں ڈھالتے ہوئے بروزی طور پر کا ترجمہ by way of manifestation کیا ہے اور ظلی طور پر محمد ہوں کا ترجمہ by way of reincarnation کیا ہے اور بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ پھر reincarnation by way of کیا ہے۔ حالانکہ تینوں جگہ پر ترجمہ manifestation ہونا چاہیے تھا۔ اس مقام پر ظل بروز اور فنا فی الرسول پر تھوڑی سی گفتگو کرنی ضروری ہے۔

ظل۔ ایک حوالہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کا میں پیچھے لکھ چکا ہوں۔ ظل کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ ارشاد فرماتے ہیں: "ظل ماہیت نہیں رکھتا بلکہ اسی اصل کی ماہیت ہے جس نے ظل میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ پس اصل ظل کے لئے نفس ظل سے زیادہ اقرب ہو گا کیونکہ ظل اپنے اصل سے ظل ہے نہ اپنے نفس سے" (مکتوبات حصہ ہشتم مکتوب نمبر ۱)

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ:

"ولائت ظل نبوت ہے اور نبوت ظل الوہیت (بہجتہ الاسرار، ص ۸۲۳)

مکاتیب اقبال میں لکھا ہے:

"انسان کامل ایک صوفیانہ اصطلاح ہے۔ وجود کے تمام مراتب میں انسان اکمل ہے۔ لیکن جملہ افراد انسانی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب سے اکمل، ارفع اور حق تعالیٰ کے مظہر اتم ہونے کے باعث انسان کامل سمجھے جاتے ہیں دوسروں کو یہ مرتبہ آپؐ کی برکت، پیروی اور متابعت اور آپؐ کی محبت سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی ظلی طور پر، (مکاتیب اقبال بنام گرامی)

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مشہور شارح علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ظل کا مفہوم کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظلی وجود اپنے موجود ہونے پر اصل کا تابع ہوتا ہے یعنی حقیقی وجود کا محتاج ہوتا ہے جس طرح زید اگر دھوپ میں کھڑا ہو تو اس کا ظل یعنی سایہ اگرچہ موجود ہے لیکن اس کا وجود حقیقی یا مستقل بالذات نہیں ہے۔ مثلاً اگر زید وہاں سے ہٹ کر سایہ میں آجائے تو وہ ظل معدوم ہو جائے گا یعنی ظل کی ماہیت وجود نہیں بلکہ عدم ہے" (شرح بال۔ جبریل اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دھلی، ص ۱۶۳)

اسی ظل کی تعریف حضرت مرزا صاحب کی زبان سے بھی سن لیں:

"ظل اپنی ذات میں کچھ چیز نہیں بلکہ اس کے لباس میں اصل ہی ظاہر ہو رہا ہوتا ہے اور ظل کے آئینہ میں اصل کی ماہیت ہی نمایاں ہو رہی ہوتی ہے جیسا کہ صاحب رشد پر مخفی نہیں" (لجتہ النور، ص ۳۸)

"بلاشبہ ہم اعلےٰ درجہ کی امت ہیں جو لوگوں کی بھلائی کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں اور کتنے کمال ہیں جو نبیوں میں اصالتاً پائے جاتے ہیں اور ہمیں ان سے بہتر اور افضل ظلی طریق سے ملتے ہیں" (حمامتہ البشریٰ ص ۷۷)

"اگر کوئی شخص اسی خاتم النبین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلی طور پر" (ایک غلطی کا ازالہ)۔

"میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۱)

بروز۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ بزرگان دین کے نزدیک بروز کی کیا حقیقت اور کیا معنی ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر غازی صاحب نے بروز کو تناسخ کے ساتھ جوڑ دیا ہے اس لئے تناسخ کے بارے میں بھی کچھ آگاہی ہونی چاہیے۔

تناسخ ہندو مذہب کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ مذہب بتاتا ہے کہ جب کوئی جاندار مر جاتا ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان تو اس کی روح کسی دوسرے نوزائیدہ جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ اور یہ حلول روح اس کے پہلے جیون کے اعمال کے مطابق ہوتی ہے۔ یعنی جب پہلا جیون ختم ہو جاتا ہے تو روح جو انادی ہے کوئی دوسرا تجسم پکڑتی ہے اور یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک راجہ کی روح کسی بلی یا کتے کے جسم میں منتقل ہو جائے۔ حلول ارواح کا یہ عقیدہ ہمارے بزرگان دین اور صوفیا کرام کے نزدیک باطل ہے اور اس کا مسئلہ بروز سے کوئی علاقہ نہیں۔

صوفیا کے نزدیک بروز کی تعریف۔ جب کسی ایک شخص کے خواص روحانیہ اور اخلاق باطنیہ کسی دوسرے شخص میں عکسی طور پر داخل ہوں تو اس کیفیت کو بروز کہتے ہیں۔ مثلاً سورج کی روشنی سے چاند اور ستارے روشن ہوتے ہیں۔ یا سورج کا عکس پانی پر پڑتا ہے تو اس میں اس کا وجود پوری آب و تاب سے روشن دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ سورج اپنی جگہ پر بدستور قائم ہوتا

ہے۔ چاند' ستارے اور پانی سب اپنی اپنی حالت پر ہوتے ہیں۔ مگر وہ سب کے سب اپنے اندر صلاحیت جاذبہ رکھتے ہیں۔ اور سورج کی روشنی کو جذب کرتے ہیں اور منور ہو جاتے ہیں۔ لوہا کو آگ میں ڈالیں تو وہ گرم ہو کر بالکل آگ کی شکل اور صلاحیت اختیار کر لیتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی ذات میں آگ نہیں ہوتا۔ یہ سب اس کی قوت جاذبہ کا کمال ہوتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ بروز کی یہ تعریف فرماتے ہیں:

"کمون و بروز کو جو بعض مشائخ نے کہا ہے تناسخ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ تناسخ میں نفس کا دوسرے بدن کے ساتھ اس غرض کے لئے تعلق ہوتا ہے تاکہ اس کے لئے زندگی ثابت ہو اور اس کو حس و حرکت حاصل ہو۔ اور بروز میں نفس کا دوسرے بدن کے ساتھ اس غرض کے لئے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بدن کو کمالات حاصل ہوں اور وہ واصل بدرجات ہو جائے" (مکتوبات دفتر ۲ حصہ پنجم مکتوب نمبر ۵۸ ص ۲۸)

حضرت محمد بن یحییٰ ابن علی الجیلانی فرماتے ہیں:

بدانکہ روح اعظم را کہ عبارت از حقیقت محمدیست در عالم مظاہر بسیار است از انبیاء و اولیاء و مقام ہدایت و مرتبہ قطبیت کبریٰ در جمیع ازمنہ و دوائر اں حقیقت راست چنانچہ در صدر تمثیل فرمود کہ بیت

بود نور نبی خورشید اعظم گہ از موسیٰ پدید گہ ز آدم

وایں بروزات کمل میخوانند (شرح گلشن راز قلمی ص ۱۹۴)

ترجمہ۔ معلوم رہے کہ روح اعظم کے مظاہر جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جہاں میں بکثرت ہیں خواہ وہ انبیاء ہیں یا اولیاء اور مقام ہدایت و مرتبہ قطبیت کبریٰ تمام زمانوں اور وقتوں میں اس حقیقت کو حاصل ہے۔ چنانچہ بطور تمثیل فرمایا۔

نور نبی ایک بہت بڑا آفتاب تھا جو ایک وقت موسیٰ کی صورت میں ظاہر ہوا اور کبھی آدم کی صورت میں' اس کو کاملوں کا بروز کہتے ہیں۔"

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اولیاء اللہ کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے اس لئے وہ آپ صلعم کے بروز ہوتے ہیں لہٰذا نہ ظلی نبوت کوئی نبوت ہے اور نہ بروزی نبوت۔ مگر جس کسی شخص میں یہ دونوں حقیقتیں پائی جائیں تو وہ فنا فی الرسول کہلاتا ہے۔ فنافی الرسول کی کیفیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زبان مبارک سے سنئے' فرماتے ہیں:

"ایک تابعدار اپنے متبوع سے ایسے طور پر مشابہت پیدا کرتا ہے کہ تابعداری کا رنگ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع اور متبوع کا فرق بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع اپنے نبی متبوع کے رنگ میں ہو کر جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اصل (خدا تعالےٰ) سے حاصل کرتا ہے گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں اور دونوں ایک بسترے میں ہیں اور دونوں آپس میں شیر و شکر ہیں۔ تابع کہاں اور متبوع کون اور تابعداری کس کی۔ اتحاد میں نسبت غیریت گنجائش نہیں رکھتی" (مکتوبات ربانی جلد دوم مکتوب ۵۴)

اسی لئے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے:

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے..... غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے" (ایک غلطی کا ازالہ)

اگر محترم غازی صاحب ظل اور بروز کے وہ معنی ترک کر دیں جو ہندو مذہب سے لئے ہیں اور بزرگان دین کے بیان کردہ معنی اختیار کریں تو انہیں حضرت مرزا صاحب کی علو شان مانے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ یہ صرف نبوت محمدیہ کا حضرت اقدس کے وجود پر پرتو ہے۔ جس کے انعکاس کے باعث حضرت نے ظلی اور بروزی ہونے کا دعویٰ فرمایا اور اس قسم کی نبوت صرف خوش نصیب اولیاء امت کو ملتی ہے۔ جنہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس سے ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

"خطبہ الہامیہ" اور ملفوظات جلد ۵ ص ۲۷۰ پر گفتگو

غازی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام گذشتہ انبیاء پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے نہ صرف یہ بلکہ اپنی ذات میں محمد رسول اللہؐ کی بعثت ثانی کو بعثت اول کے مقابلے میں زیادہ کامل و اکمل اور طاقتور بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں موصوف نے "خطبہ الہامیہ" اور ملفوظات جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۷۰ کا حوالہ دیا ہے۔

ملفوظات میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات نبوت کا گذشتہ انبیاء کی خصوصیات سے مقابلہ کیا ہے۔ اب یہ حقیقت کسی صاحب علم سے مخفی نہیں کہ گذشتہ انبیاء نبوت کی تمام خصوصیات ایک جیسی لے کر معبوث نہیں ہوئے۔ بلکہ ہر نبی کو نبوت کی خصوصیت اس حد تک ملی جس حد تک اس کی قوم کو اصلاح اور ہدایت کی ضرورت تھی۔ کوئی نبی مکمل ضابطہ حیات لے کر نہیں آیا تھا حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی جو شریعت لائے تھے وہ بھی کامل نہ تھی اور اس میں مسلسل ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی اور وہ شریعت ایک لمبے عرصہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اپنے کمال کو پہنچی تھی۔ مگر پھر بھی وہ مختص القوم تھی مگر جو شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ کل اقوام و ملل کے لئے اور دوامی صورت میں آئی ہے اور قیامت تک یہ ہر تغیر و تبدل سے منزہ ہے۔ اور اس میں ہر وہ سچائی موجود ہے جس کی نسل انسانی کو اپنی راہنمائی کے لئے ضرورت ہے۔ گویا گذشتہ شریعتوں کی بکھری ہوئی صداقتوں کو نہ صرف نبوت محمدیہ میں یکجا کر دیا گیا بلکہ جن ہدایتوں کی نسل انسانی کو ہمیشہ کے لئے مزید ضرورت تھی اور جو پہلی نبوتوں میں موجود نہ تھیں وہ بھی اس شریعت میں داخل کر دی گئی ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر اگر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ گذشتہ انبیاء ظل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بعض خصوصیات کا تو اس سے گذشتہ انبیاء کی کسر شان نہیں ہوئی کیونکہ ان کا یہ ارشاد ایک ناقابل تردید صداقت پر مبنی ہے۔ مگر جو ولی اللہ آنحضرت صلعم کی کامل پیروی اور اتباع سے فنافی الرسول کے مقام پر پہنچتا ہے وہ آنحضور کی تمام صفات نبوت کو ظلی طور پر اپنے وجود میں لے لیتا ہے۔ کیونکہ وہ نبی کامل کا پیرو ہے۔ تاہم اس انعکاس انوار نبوت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ایسا شخص فی الواقع نبی بھی ہو جاتا ہے۔

غازی صاحب خوب جانتے ہیں کہ تمام انبیاء بغیر کسی نبی کی پیروی کے براہ راست خدا تعالیٰ کی طرف سے معبوث کئے گئے تھے اور ان کی قوموں کو جن جن امور میں ہدایت کی ضرورت تھی ان کے مطابق ہی انہیں خواص نبوت متفرق طور پر عطا کئے گئے تھے۔ مگر امت محمدیہ میں جس قدر باکمال بزرگ پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ ہوں گے ان کی پیدائش میں پیروی رسول صلعم کا تمام و کمال عمل دخل ہے۔ براہ راست معبوث ہونے والے انبیاء اور بالواسطہ فیض نبوت پانے والے افراد میں بڑا امتیازی فرق ہے اور میں کافی پہلے نبی اور غیر نبی میں امتیازی فرق کا خلاصہ بیان کر چکا ہوں۔

"خطبہ الہامیہ" کی عبارت نقل کر کے غازی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے پانچویں ہزار کے زمانہ سے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور فرما ہوئے چھٹویں ہزار کے زمانہ کو جس میں وہ خود پیدا ہوئے بہتر قرار دیا ہے۔ "خطبہ الہامیہ" سے غازی صاحب نے اپنے مقصد کے لئے یہ عبارت نقل کی ہے:

"بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور اس لئے ہم تلوار اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں اسی لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے صدیوں کے شمار کو رسول کریمؐ کی ہجرت کے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تا وہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں پر کمال تام رکھتا ہے دلالت کرے"۔

جہاں تعصب اور دشمنی ہو وہاں عقل پر پردے ضرور پڑ جاتے ہیں اور سیدھی بات بھی الٹی دکھائی دیتی ہے۔ غازی صاحب قرآن شریف کی آیت استخلاف کو اپنے پیش نظر رکھ کر پہلے تاریخ اسلام کا بنظر غائر مطالعہ کریں اور پھر ان سیاسی اور مذہبی حالات کا جائزہ لیں جو تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے دوران ساری دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ اور سیاسی انحطاط کے انتہائی پر آشوب دور میں مطلوبہ وسائل اور اسباب کے مکمل فقدان کے باوجود اسلام نے جس شان و شوکت سے جملہ ادیان عالم پر فتح پائی اس پر نگاہ دوڑائیں تو ان پر حضرت مرزا صاحب کے اس بیان کی صداقت پوری طرح عیاں ہو جائے گی۔ کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ جب قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں آئیں تو وہ گویا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی دست مبارک تھے۔ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں جس قدر اسلامی فتوحات ہوئیں وہ سب رسول اللہ صلعم کی ہی فتوحات تھیں۔ اسی طرح امت میں جس قدر اولیاء اللہ اور محدثین اور مجددین ہوئے وہ سب اسی آقائے نامدار کے غلام اور کفش بردار تھے۔ اور ان کے ہاتھوں جس قدر روحانی فتوحات کے کارنامے سرانجام پائے تھے وہ سب فیض محمدی کے طفیل تھے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں تلوار کا دور دورہ تھا اور مجاہدین اسلام نے سر کٹوا کر اسلام کو سربلند کیا اور اسلامی سلطنت میں حیرت انگیز وسعت اور ترقی ہوئی۔ مگر اٹھارھویں اور انیسویں صدی عیسوی میں جب مغربی اقوام نے خروج کیا۔ تو اسلامی ممالک ایک ایک کر کے تاخت و تاراج ہو گئے۔ اور مسلمان جو صدیوں سے راعی تھے رعیت بن گئے۔ اور پھر دجال نے اسلام کے خلاف وہ

ہولناک فتنہ کھڑا کیا کہ اس کی نظیر گذشتہ چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایسے پر آشوب اور حوصلہ شکن حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے دوبارہ ظہور فرمایا اور یہ ظہور کسی خاص ملک یا کسی خاص جگہ پر نہیں بلکہ سارے جہاں پر محیط ہو گیا۔ اور اس ظہور سے قرآنی آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کی عملی تفسیر بھی ہو گئی۔ حضرت مرزا صاحب نے دشمنان اسلام کے خلاف جس قدر کامیابیاں حاصل کیں ان کا سہرا اپنے سر پر نہیں باندھا بلکہ صاف اعلان یہ کیا:

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہ ز بحر کمال محمدؐ است

علامہ اقبال مرد حق کے متعلق کہتے ہیں:

مرد حق از آسماں افتد چو برق
ہیزم او شہر و دشت غرب و شرق
ما ہنوز اندر ظلوم کائنات
او شریک اہتمام کائنات
او کلیم و او مسیح و او خلیل
او محمدؐ او کتاب او جبریل

غازی صاحب اقبال کے مرد حق کی عظمت کا اندازہ لگائیں جس کا ظہور گویا جملہ جلیل القدر انبیاء کا ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز کامل کہہ دیا تو کیا گناہ کیا ہے۔ جب کسی بزرگ نے یہ شعر کہا تھا:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تو اس وقت یا تو اس پر یہ کیفیت وارد ہوئی ہوگی یا اس کے سامنے ایسی متعدد مثالیں موجود ہوں گی۔ اسلام دراصل ایسی ہی مافوق العادت ہستیوں کے وجود سے ہمیشہ زندہ اور سربلند چلا آرہا ہے۔ غازی صاحب جیسے رسمی علوم کے ماہروں کے دم قدم سے نہیں۔ جو شخص کہتا ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

تو ایسے شخص سے ٹکر لینے سے پہلے اپنی حیثیت کو دیکھ لینا چاہیے۔

اگر حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ میرا نام آدمؑ ہے ابراہیم‘ موسیٰ‘ نوح‘ داؤد‘ یوسف‘ سلیمان‘ یحیٰی اور عیسیٰ ہے تو اس میں اعتراض والی کون سی بات ہے۔ کیا حضرت فرید الدین عطار کے ”تذکرۃ الاولیاء“ میں حضرت بایزید بطامی قدس سرہ‘ کے یہ کلمات طیبہ آپ کو لکھے ہوئے نہیں ملتے۔ ”میں ہی آدم ہوں میں ہی شیش ہوں میں ہی نوح ہوں میں ہی ابراہیم ہوں میں ہی موسیٰ ہوں‘ میں ہی عیسیٰ ہوں‘ میں ہی محمد ہوں صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ اخوانہ اجمعین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اول میں تکمیل دین ہوئی۔ مگر تاریخ بتلاتی ہے کہ دین کی تبلیغ کا کسی جگہ کوئی مستقل اہتمام نہیں ہوا تھا۔ اس کی بنیادی وجہ رسل و رسائل کے ذرائع کی کمیابی تھی۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے زمانہ ماموریت میں ذرائع رسل و رسائل میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ نشرو اشاعت کے لئے طرح طرح کی سہولتیں میسر ہو گئیں۔ اور تبلیغ دین کے لئے ساری دنیا کے دروازے کھل گئے اور اشاعت و تبلیغ اکناف عالم میں بڑے وسیع پیمانے پر ہونے لگی۔ جس کی وجہ سے حق کی آواز دور دور تک پہنچنی شروع ہو گئی۔ اس زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے تلوار کی حاجت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسلام کو نابود کرنے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی تھی بلکہ قلم اور زبان کے ہتھیار استعمال ہونے لگے تھے۔ ان کے مقابلے میں قلمی جہاد کا آغاز کیا گیا تھا اور دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت ثابت کی جانے لگی تھی۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت مرزا صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اسلامی تعلیمات پر چل کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کر کے یہ پھل پایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے شرف ہمکلامی عطا کیا ہے۔ کیا غیر مسلموں میں بھی کوئی شخص ہے جس نے اپنے مذہب پر چل کر خدا کو پالیا ہو اور خدا اس کو اپنے پاک کلام سے سرفراز فرماتا ہو۔ اگر ہے تو اعلان کرے۔ مگر میں پورے یقین سے اعلان کرتا ہوں کہ غیر مسلموں میں کوئی ایک فرد بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ یہ دراصل انوار نبوت محمدیہ کا ہی سب کرشمہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب کی اپنی ذات درمیان میں نہ تھی۔

مولوی ظہور الدین اکمل صاحب کی نظم پر ان کا اپنا بیان

غازی صاحب نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ اپنے مرشد حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ افضل سمجھتے تھے۔ مولوی ظہور

الدین اکمل کی ایک نظم کے دو شعر نقل کئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

محمد اتر آئے ہیں اب ہم میں
اور پہلے سے بڑھ کر ہیں وہ اپنی شان میں
محمد دیکھنا ہو جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

اور پھر اخبار الفضل' قادیان مورخہ ۲۲ا اگست ۱۹۴۴ء میں مولوی ظہور الدین اکمل صاحب سے منسوب مضمون کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ جس میں بیان کیا گیا تھا کہ یہ شعر اس نظم کا حصہ ہیں جو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں پڑھی گئی اور جو پھر کتابت کرا کے حضور کی خدمت میں پیش کی گئی۔ آپ اسے اپنے گھر لے گئے۔ اس وقت اس نظم پر کسی نے اعتراض نہ کیا تھا۔ مولوی محمد علی اور ان کے رفقاء بھی موجود تھے اور جہاں تک میری یادداشت ساتھ دیتی ہے وہ یقیناً اس کو سن رہے تھے۔ وہ اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں یہ نظم "بدر" میں چھپی تھی۔ "بدر" کی اس زمانہ میں وہی حیثیت تھی جو آج "الفضل" کی ہے۔ ان کے مفتی صادق ایڈیٹر بدر سے بہت اچھے مراسم تھے۔ وہ خدا کے فضل سے ابھی زندہ موجود ہیں وہ ان سے دریافت کر سکتے ہیں اور وہ بتائیں کہ ان میں سے کسی نے اس پر کوئی اعتراض کیا تھا۔

غازی صاحب نتیجتاً لکھتے ہیں کہ یہ ہے اصل نقشہ اس کا جسے احمدی ظلی نبوت کہتے ہیں۔ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ اگر اکمل صاحب نے اس نظم میں واقعی یہ خیال پیش کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی ذات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور آپؐ کے اصل اور اول ظہور سے افضل ہے۔ اور تمام احمدی بھی یہی نکتہ نظر رکھتے تھے تو پھر غازی صاحب کا اعتراض واقعی برمحل اور سو فیصدی درست ہے۔ اور احمدیہ جماعت کی جتنی مذمت کی جائے وہ بالکل واجب اور جائز ہے۔ مگر میں نے احمدیہ لٹریچر کی کافی چھان بین کی ہے میں نے خود احمدی ماحول میں آنکھ کھولی اسی ماحول میں جوان ہوا اور اسی میں بڑھاپے کے دن گزار رہا ہوں۔ نہ میں نے اس گستاخانہ نظریہ کا ذکر لٹریچر میں کسی جگہ دیکھا ہے اور نہ ہی کسی بزرگ کی زبان سے سنا ہے۔ بلکہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے بڑی تعلی ماری تھی اور کہا تھا:

"اگر محمد صلعم سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے خدا نے اس دروازہ کو بند نہیں کیا"

(الفضل ۱۶ جون ۱۹۴۴)

اس پر حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ نے وہ گرفت کی۔ کہ مرزا محمود احمد صاحب کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور پھر یہ کہہ کر اپنی گلوخلاصی کرائی کہ کسی ماں نے ایسا بچہ جنا ہی نہیں اور نہ ہی جنے گی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ سکے۔ اخبار الفضل مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۴۴ء میں چھپے ہوئے ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

اب میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر فی الواقعہ بقول ظہورالدین اکمل مولانا محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء بھی حضرت مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم سے افضل سمجھتے تھے۔ تو خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد صاحب کے پاس تو بڑا آسان جواب موجود تھا۔ وہ مولانا کے اعتراض کے جواب میں اکمل صاحب کی نظم کا فوراً حوالہ دے کر انہیں ساکت وصامت کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے نہ خود ایسا کیا اور نہ ہی ان کے کسی عالم نے بطور دلیل اکمل صاحب کی نظم پیش کی۔ اس صورت حال سے صاف عیاں ہو جاتا ہے کہ احمدیہ جماعت کے دونوں فریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مرزا صاحب کی کسی ایک فضیلت کے بھی قائل نہ تھے۔ کیونکہ جب حضرت اقدس کا اپنا ایمان یہ تھا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس امت کے لئے مخاطبات اور مکالمات کا دروازہ کھلا ہے اور یہ دروازہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ہر وقت تازہ شہادت ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۶)۔ اور مزید فرمایا:

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس قدر عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا..... ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے" (حقیقتہ الوحی ص ۱۱۵)۔

اور اپنی کتاب ”تریاق القلوب“ میں یہ دعوت دی:

”اے تمام وہ لوگوں جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں سے انعامات پاتے ہیں“ (ص ۷)

اور جب جماعت کے سامنے آپ کا اقرار موجود تھا:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے

پھر وہ اپنے امام کو فخر اولین و آخرین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل قرار دینے کی بہت بڑی گستاخی اپنے سر پر کیونکر لے سکتی تھی۔ محترم غازی صاحب حضرت مرزا صاحب نے اپنی ایک کتاب ”انوار الاسلام“ کے سرورق پر کسی بزرگ کا یہ شعر لکھ کر آنحضرت صلعم کے حضور اپنی یہ حیثیت متعین کی تھی:

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است
کسیکہ خاک درش نیست خاک برسر اوست

اب میں اکمل صاحب کی نظم کو لیتا ہوں۔ یہ بالکل درست ہے کہ اکمل صاحب کی پوری نظم ”بدر“ قادیان میں ضرور چھپی تھی۔ مگر اس پر ایڈیٹر صاحب کے اپنے کوئی ریمارکس نہیں تھے۔ اور نہ ہی یہ ذکر تھا کہ اکمل صاحب نے یہ نظم حضرت مرزا صاحب کے روبرو اور حاضرین مجلس کی موجودگی میں پڑھی تھی۔ اور پھر اس کی کتابت شدہ نقل حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی تھی۔ یہ کہانی ساری بناوٹی ہے جو اگست ۱۹۴۴ء میں اکمل صاحب سے منسوب کر کے لکھی گئی تھی۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ عمر ارزل میں ہونے کے باعث ان کی یادداشت درست نہ رہی تھی۔ انہوں نے یہ کہانی لکھ ڈالی جسے ایڈیٹر ”الفضل“ نے پوری بے احتیاطی برت کر فوراً اخبار میں

چھاپ دیا اور اس سے جماعت کو پہنچنے والے نقصانات کا قطعاً احساس نہ کیا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ نظم نہ کسی مجلس میں پڑھی گئی اور نہ ہی اس کی کتابت شدہ نقل حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی۔ پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ۲۲ اگست ۱۹۴۴ کو تو یہ کہانی "الفضل" میں چھپی تھی۔ مگر ۱۳ اگست ۱۹۴۴ کے "الفضل" میں اکمل صاحب کا جو مضمون چھپا تھا اس میں موصوف نے واضح طور پر لکھا تھا کہ ان کا مقصد ہر گز وہ نہیں جو ان کی طرف ان الفاظ کی وجہ سے منسوب کیا جاتا ہے (یعنی محمد اتر آئے ہیں اب ہم میں اور پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں۔ ناقل) اور یہ بھی لکھا کہ "میں نے یہ دیکھ کر کہ انجان لوگوں کو غلط فہمی میں نہ ڈالا جائے ۱۹۰۶ کے بعد یہ شعر کسی اخبار یا رسالہ میں نہیں چھپوایا بلکہ نظم سے نکال دیا تا کہ کسی کو حرف گیری کا موقع نہ مل سکے۔ اس کا اعادہ ۳۸ سال سے میری طرف سے نہیں ہوا۔ کیونکہ جو معنی نکالے جاتے ہیں وہ ہر گز میرے عقیدے کے مطابق نہیں۔ نہ پہلے نہ پھر کبھی نہ اب' اس لئے میں اپنے مبائع بھائیوں سے کہتا ہوں کہ کم از کم وہ میری قسم پر اعتبار کریں۔"

اکمل صاحب مرحوم کے اس مضمون سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ مذکورہ نظم کے مذکورہ اشعار سے مخالفین سلسلہ جن میں غازی صاحب بھی پیش پیش ہیں۔ جو معنی اور مفہوم نکال کر بالعموم پبلک کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں وہ شاعر کی منشا کے بالکل خلاف ہیں۔ تاہم یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اکمل صاحب کی نظم کے ان اشعار کو اکثر احمدی احباب نے سخت ناپسند کیا تھا۔ اور ان کے احتجاج کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاعر نے ۱۹۱۱ میں جب اپنا دیوان شائع کیا۔ تو اس کے صفحہ ۵ پر یہ نظم چھپی مگر متنازعہ شعر اس میں سے نکال دیا تھا۔

اسی شعر کے بارے میں خلیفہ قادیان نے بھی یوں اظہار خیال کیا تھا:

"اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ درجہ میں بڑے ہیں (یعنی حضرت مرزا صاحب۔ ناقل) تو یقیناً کفر ہے لیکن اگر مراد یہ ہے کہ اس زمانہ میں اشاعت اسلام زیادہ ہوئی ہے تو یہ مطابق قرآن ہے۔ مگر ایسے لفظ پھر بھی ناپسندیدہ اور بے ادبی کے ہیں۔" (الفضل ۱۹ اگست ۱۹۳۴ء)

میرے خیال میں محولہ بالا وضاحتوں کے بعد یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اور حضرت مولانا محمد علی صاحب کو اس سلسلہ میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ رہی تھی۔ اور یہ جو غازی صاحب اکمل صاحب کی نظم کے حوالے سے ظلی نبوت کو حقیقی نبوت ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے نصیب میں ناکامی لکھی ہوئی ہے۔

کیاڈاکٹرغازی صاحب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے اس ارشاد پر غور فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے:

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں" (تحذیر الناس ص ۷، ناشر دارالاشاعت مقابل مسافر خانہ کراچی نمبر۱)

کیا اس میں انہیں کسی گستاخی یا کفر کی بو نہیں آتی۔

غازی صاحب عام آدمی کی بات کرتے ہیں کہ وہ بھی جانتا ہے کہ ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ختم نبوت کے اس مضبوط عقیدہ کے باوجود غازی صاحب کی علمیت کے لوگ بھی ایک مستقل نبی کی آمد کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا اس اسرائیلی نبی کی آمد سے ختم نبوت کی عمارت سلامت رہے گی۔ اگر آپ واقعی ختم نبوت کے صحیح معنوں میں قائل ہیں تو پھر وہ دروازہ جو آپ نے حضرت مسیح ابن مریم کی آمد ثانی کے لئے کھلا رکھا ہوا ہے فوراً بند کیجئے۔ اور انہیں جو گذشتہ دو ہزار سال سے بجسد عنصری آسمان پر بٹھا رکھا ہے اس عقیدہ سے رجوع کیجئے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے نقش قدم پر چل کر اعلان کیجئے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی نیا۔ اور یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جس شخص کے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ اس کی ظلی نبوت کے دعویٰ سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اس قسم کی نبوت اسلام کی ابدی زندگی کا جیتا جاگتا نشان ہوتی ہے اور اس نبوت کو ہوا بنا کر عوام الناس کو بدظن اور گمراہ کرنا بند کر دیں۔

لاہوری جماعت کی اختیار کردہ بعض اصطلاحات

اس عنوان کے تحت غازی صاحب لکھتے ہیں:

"اپنے ظلی نبوت کے عقیدہ کو ختم نبوت سے ہم آہنگ کرنے کے لئے ان لوگوں نے بعض اصطلاحات گھڑ لی ہیں جنہیں یہ بالعموم استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ اصطلاحات جزوی نبی، لغت کی رو سے نبی، مجازی معنوں میں نبی، محدث اور خدا سے بکثرت مکالمہ کہلاتی ہیں۔ اب آیئے ان کا کچھ تفصیل سے تجزیہ کرتے ہیں۔"

اب غازی صاحب نے جو تجزیہ کیا ہے تو اس کا نتیجہ وہی نکلا جو بے مقصد پہاڑ کو کھودنے والے کو ملتا ہے۔ غازی صاحب آپ نے "النبوت فی الاسلام" ہی کچھ غور سے پڑھ لی ہوتی۔ تو آپ کو اتنا سر کھپانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ہم نے کب کہا ہے کہ مبشرات جو اصل نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں ان کے پانے سے کوئی شخص مکمل (Full fledged) نبی ہو جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی مبشرات کو کبھی حقیقی نبوت قرار نہیں دیا۔ آپ کیوں نہیں اس نکتہ پر غور کرتے کہ حضرت مرزا صاحب نے عمر بھر کبھی وحی نبوت پانے کا دعویٰ نہیں کیا اور جس قدر انبیاء ہو گزرے ہیں ان کی نبوت کی بنیاد ہی وحی نبوت پر تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات تو ہم مبشرات کو لازماً نبوت کی ایک جز ہی کہیں گے۔ لیکن کسی عقلمند کے نزدیک جزو کل نہیں بن سکتی۔ بلکہ تمام اجزا کے ملنے سے بنتی ہے۔ اس لئے مبشرات کو جزوی نبوت کہہ دیا جائے تو کیا اندھیر مچ جاتا ہے مگر غازی صاحب کی طرح تنگ نظر عالموں کے تمام شبہات رفع کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے تحریراً یہ اعلان کیا تھا:

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنوں میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متکلم مراد لئے ہیں..... تو پھر مجھے اپنے تمام مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرما

لیں۔"

(راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مولف رسالہ توضیح مرام ازالہ اوہام ۳ فروری ۱۸۹۲ء محمدی پریس لاہور۔)

غازی صاحب! آیئے آپ نے جتنے نکات عنوان بالا کے تحت اٹھائے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے اس تحریری اعلان میں ان سب کا کافی اور شافی جواب آگیا ہے۔ اور اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے اکابر جزوی نبوت 'لغوی نبوت 'نبوت ناقصہ اور مجازی نبوت کا مصداق محدث کو کیوں قرار دیتے ہیں۔ یہ جملہ اقسام نبوت صرف ایک محدث میں پائی جاتی ہیں۔ مگر جو اصل نبی ہوتا ہے جیسے حضرت موسیٰ' یحییٰ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی شان ہی دوسری ہوتی ہے۔

جو لوگ ختم نبوت سے مراد یہ لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا اور بندے کے درمیان کوئی رابطہ نہیں رہا۔ اور خدا کی صفت تکلم نعوذ باللہ معطل ہو چکی ہے اور تمام متلاشیان حق اب صرف اندھیرے میں ٹکریں مار مار کے بیکار اپنے سر پھوڑ رہے ہیں۔ ان لوگوں کے اس باطل عقیدہ کو پاش پاش کرنے کی خاطر مکالمہ مخاطبہ الہیہ کو جس کا دوسرا نام مبشرات ہے' لغوی یا مجازی نبوت کا نام دیا گیا ہے مگر اس کے لئے آپ ہمارے بزرگوں کو کیوں مورد الزام ٹھہراتے ہیں آپ کیوں اپنے مسلمہ بزرگان دین کا محاسبہ نہیں کرتے جو اس قسم کی نبوت کو امت میں جاری و ساری مانتے ہیں۔

آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ لاہوری جزوی نبوت سے نبوت کا ایک حصہ مراد نہیں لیتے بلکہ اسے الگ ایک قسم کی نبوت قرار دیتے ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل کی نبوتوں سے افضل تر ہے یہ ایک بہتان عظیم ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے "النبوت فی الاسلام" میں نبوت کے موضوع پر جس قدر گفتگو کی ہے اس میں ان کا روئے سخن مرزا بشیر الدین محمود احمد مصنف کتاب "حقیقت النبوۃ" کی طرف تھا۔ لغوی 'جزوی 'ظلی 'بروزی اور مجازی نبوت پر جس قدر بحث کی ہے وہ اس شخص کے تصورات کو پیش نظر رکھ کر کی ہے۔ آپ اس کتاب کا پہلا باب کھول کر پڑھیں اس میں آپ کو یہ لکھا ہوا صاف دکھائی دے گا کہ بذریعہ اکتساب کمال حاصل کرنے والا نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور یہ کہ نبوت موہبت ہے اکتساب سے حاصل نہیں ہوتی مگر اس کے برعکس حضرت مرزا صاحب نے جو کمال حاصل کیا وہ بذریعہ اکتساب کیا۔ لہٰذا وہ نبی نہیں بلکہ محدث تھے جو اپنے

نبی متبوع کی پیروی سے اکتساب کمال کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:

عجب نوریست در جان محمد
عجب لعلیست در کان محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمد ہست برہان محمد
دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشاں است
بیا بنگر ز غلمان محمد

جو دماغ ظل، بروز اور مجاز کو اصل قرار دے اس کا علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہم تو صرف ان افراد کو اپنے دلائل سے قائل کر سکتے ہیں جو اصل اور ظل کی تمیز رکھتے ہوں۔ اگر غازی صاحب کے نزدیک نبوت کے لغوی اور اصطلاحی معنے ایک ہی ہیں تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ آپ بزرگان دین کے اقوال سے اپنے اس خیال کو موید کیجئے اور یہ بھی بتا دیجئے کہ مولانا روم نے جو وقت کے پیر کامل کو کہا تھا۔

او نبی وقت باشد اے مرید
تا ازو نور نبی آید پدید
مکر کن درکار نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

کیا اس سے ان کی مراد وہی نبوت تھی جو انبیاء علیہم السلام کو ملتی تھی یا کوئی اور تھی۔ اور اگر وہ نبوت اصطلاح اسلام کی تعریف کے تحت نہیں آتی تو پھر انصافاً بتائیے کہ آپ اس نبوت کا کیا نام رکھیں گے۔ کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت کے لغوی معنی اپنی جگہ بدستور قائم ہیں۔ ان کی جگہ اسلامی اصطلاح کے معنوں نے ہرگز نہیں لی۔ لہٰذا یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ مصنف جس خیال یا مسلک کا قائل ہی نہیں آپ توڑ مروڑ کر اس کے سر پر وہ تھوپ دیں۔

نبی لغوی معنوں کے لحاظ سے

غازی صاحب فرماتے ہیں کہ لاہوری جماعت نے دوسری اصطلاح یہ اختیار کی ہے کہ حضرت مرزا صاحب لغوی معنوں میں نبی ہیں۔ اور کہتی ہے کہ نبی کے لغوی معنے سے مراد ایسا شخص ہے جس کو کچھ غیب کی خبریں ملتی ہیں لیکن اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ دینی اصطلاح میں نبی ہو۔ چونکہ مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیب کی خبریں ملتی تھیں اس لیے آپ نے لغوی معنی کی رو سے لفظ نبی استعمال کیا مگر اس سے حقیقی نبوت کا دعویٰ مراد نہیں۔ اس سلسلہ میں غازی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز جلد نمبر ۵ سے پھر ایک اقتباس پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ مولانا صاحب 'حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا حقیقی انبیاء کی نبوت سے موازنہ کیا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آپ کو دوسرے انبیاء کی طرح کا ہی فرد جانتے تھے۔ یہ غلط فہمی محدث کے مقام کو نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ محدث انبیاء کی طرح مبعوث ہوتے ہیں اور انبیاء کی طرح با آواز بلند اپنی ماموریت کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اس مقام عالی کو پہنچے ہوتے ہیں کہ اگر باب نبوت مسدود نہ ہوتا تو وہ ضرور نبی ہو جاتے۔ اس لئے صدق اور کذب جانچنے کا معیار دونوں کے لئے ایک ہے۔ اور محدثین بھی مخلوق خدا کی ہدایت' رہبری اور تزکیہ نفس اسی انداز سے کرتے ہیں جو انبیاء کا شیوہ ہوتا ہے اس لئے وہ آپس میں مشابہت تامہ رکھتے ہیں۔ اس لئے اعلائے کلمۃ الحق اور خدمت دینی کے لحاظ سے ان کا ایک دوسرے سے موازنہ کرنا کسی طرح ناروا نہیں ہے۔
انصاف یہ تقاضہ کرتا ہے کہ جس معیار سے ایک نبی اور رسول کو اپنے دعووں میں برحق تسلیم کرنے پر ہم مجبور ہوتے ہیں وہی معیار ہر اس شخص کی پرکھ کے لئے ایک بنیادی اصول بن جاتا ہے۔ جو ماموریت کا دعوی کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اسی نوعیت اور اہمیت کے کارنامے کر دکھائے تھے اور اپنے جملہ مخالفین پر اسی طرح نمایاں فتوحات پائی تھیں جن سے انبیاء کی زندگی عبارت تھی۔ کیا یہ ایک مسلمہ حقیقت نہیں ہے کہ اسلام ایک خزاں دیدہ چمن کی مانند اجڑا ہوا تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی مساعی جمیلہ سے اس میں بہار جانفزا پیدا ہو گئی تھی۔ ایک طرف اسلام کے دشمنوں کو دلائل عقلی و نقلی سے ساکت وصامت کر دیا تو دوسری طرف لاتعداد نشانات سماوی و ارضی سے ان پر حجت تمام کر دی۔ اور ان کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے۔
غازی صاحب کو اس اعتراض کی بجائے چاہیے تھا کہ ایسے حقائق اور شواہد اپنے قارئین کے سامنے رکھتے جن کی رو سے حضرت مرزا صاحب انبیاء کے معیار صداقت پر پورا نہ اترتے دکھائی دیتے۔ حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ

لوائے ما پناہ ہر سعید خواہد بود
کہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

اگر غازی صاحب اس اعلان کو واقعاتی شہادتوں سے جھوٹ ثابت کر دکھائیں۔ تو ہم جانیں مگران کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کو جو غیرت اپنے انبیاء کے لئے ہوتی ہے وہی غیرت اپنے محدثین کے لئے بھی ہوتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ خدا انبیاء کی حفاظت کے لئے اپنے فرشتے زمین پر بھیج دے مگر محدثین کرام کو ان کی گردنیں توڑنے کے لئے عوام کالانعام اور دنیادار دین کے ٹھیکیداروں کے حوالے کردے۔

لفظ نبی پر لغات عربی کے حوالہ سے غازی صاحب نے اس کے مختلف معنے بیان کئے ہیں اور پھر ابن ابی شریف کے حوالہ سے اس کے اصطلاحی معنے بھی لکھے ہیں اور پھر نتیجتاً لکھا ہے

(الف) اصطلاحی معنوں کی رو سے نبی کا مبعوث ہونا ضروری ہے۔ لیکن لغوی معنوں میں نبی کا مبعوث ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اللہ سے غیب کی کچھ خبریں پاکر اپنی مرضی سے ظاہر کردے اور یہ ضروری نہیں کہ اللہ نے اس کو اس غرض کے لئے بھیجا ہو۔

(ب) اصطلاحی معنوں کا نبی اللہ کی طرف سے مکلف ہوتا ہے کہ اپنی وحی لوگوں کو پہنچائے لیکن لغوی معنوں میں ایسا کرنا ضروری نہیں۔

ان دو باتوں کے بعد جو کچھ غازی صاحب نے لکھا ہے وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جانا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"اب اگر ایک شخص جو نہ خدا کی طرف سے مبعوث کیا گیا ہے اور نہ ہی وحی ربانی دوسرے لوگوں کو پہنچانے کے لئے مکلف کیا گیا ہے اس کو نبی لغوی معنوں کی رو سے اس وقت تک کہا جاسکتا تھا جب تک کے نبی کے اصطلاحی معنے وضع نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جب اس کو اصطلاحی معنے دیئے جاچکے ہیں اب اس کو انہی اصطلاحی معنوں میں محدود کرنا پڑے گا اور کسی شخص کو ہرگز اجازت نہیں کہ وہ اس کو اپنے لئے لغوی معنوں میں استعمال کرے۔"

احباب نے ملاحظہ فرمایا۔ غازی صاحب نے کیسی عالمانہ شان اس نکتہ آفرینی میں دکھائی ہے۔ جس سے کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ ہم تو اب تک یہی پڑھتے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائی تھی اور وہ وحی نبوت تھی۔ اور اسلام کے اصطلاحی معنوں میں وہی پہلے نبی تھے۔ اس زمانہ میں عربی زبان کی لغت بھی تیار نہ ہوئی تھی۔ اگر یہ

بات درست ہے کہ نبی کے اصطلاحی معنے متعین ہو جانے کے بعد اس کے لغوی معنی متروک ہو چکے ہیں تو پھر لغت عربی میں لغوی معنے کیوں بیان شدہ موجود ہیں۔ یا کیا لغت نویسوں نے لغوی معنے بیان کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ یہ معنے متروک الاستعمال ہیں کیونکہ ان کی جگہ اصطلاحی معنوں نے لے لی ہے۔ غازی صاحب براہ خدا عوام کو بیوقوف نہ بنائیں۔ نبی کے اصطلاحی معنے تو اس دن سے وضع شدہ موجود ہیں جس دن سے نبوت کا سلسلہ اولاد آدم کی ہدایت کے لئے شروع ہوا ہے۔ اور زبان عربی کی لغت تو چند صدیوں کی بات ہے جس میں اس لفظ کے اصطلاحی معنوں کی موجودگی میں لغوی معنے بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح لفظ رسول کے بھی لغوی اور اصطلاحی معنے ہر لغت عربی میں موجود ہیں۔ پھر آپ نے کہاں سے یہ اپچ نکال لی ہے کہ اصطلاحی معنے متعین ہو جانے کے بعد لغوی معنے غیر مستعمل ہو گئے ہیں۔ لغات نویس بڑے پایہ کے عالم لوگ تھے ان کے ہی دیئے ہوئے علم سے آپ کا دیا جل رہا ہے۔ اولیاء امت میں ہی ایسے باکمال افراد پیدا ہوئے ہیں جو لغوی معنوں میں نبی اور رسول تھے۔ انہی کے پاک وجود سے ہی گلستان اسلام کا حسن بہار قائم و برقرار ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر غازی صاحب کی نکتہ آفرینی مبنی بر حقیقت ہے کہ نبی کے اصطلاحی معنے متعین ہو جانے کے بعد لغوی معنے متروک ہو گئے ہیں تو پھر مولانا روم علیہ الرحمتہ نے پیر وقت کے متعلق یہ کیوں کہا ہے:

او نبی وقت باشد اے مرید
تا ازو نور نبی آید پدید

اور یہ کیوں کہا:

مکر کن در کار نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

کیا وہ بھی اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ اس لئے آپ کو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بزرگان دین لغوی نبوت کے اس امت میں قائل ہیں اور جب لغوی نبوت جاری وساری ہے تو پھر لغوی نبی کا وجود خود بخود متحقق ہو جاتا ہے۔

تتمہ حقیقتہ الوحی میں اگر حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر لکھا ہے۔ کہ اسی خدا نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے مجھے نبی اور مسیح موعود کہا ہے۔ اور ان دعووں کے ثبوت میں بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اتنے نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ ان کی تعداد تین لاکھ تک پہنچتی ہے تو اس

اعلان میں تمام دنیاجہان کے مخالف علماء کودعوت فکر دی گئی ہے۔

ان تمام علماء کو سورہ جمعہ کی آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پر بھی ٹھنڈے دماغ سے غور کرنی چاہیے۔ یہ بڑے خوف کا مقام ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کی قسم کھاکر اپنے دعوے پیش کرتا ہے۔ مگر علماء ہیں کہ بغیر گہری غور و فکر کے اسے کاذب اور مفتری قرار دیتے ہیں لیکن خدا کے مامور صادق نے اپنے جملہ دعووں کی تائید میں صرف نقلی و عقلی دلائل ہی نہیں دیئے بلکہ اپنے آقا اور مولا حضرت محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے حق کے دشمنوں کو نام بنام دعوت مباہلہ دی ہے۔ مگر کوئی عالم دین کوئی پیر طریقت اور شیخ آپ کے مقابلے میں نکلنے کی جرات نہ کر سکا۔ مزید بر آں آپ نے قرآن شریف سے سورۃ الحاقۃ کی آیات لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخزنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین فما منکم من احد عنه حاجزین کے حوالہ سے اپنے دعاوی پیش کئے۔ یہ جرأت مندانہ قدم صرف ایک صادق مامور من اللہ ہی اٹھا سکتا تھا۔ پہلے آپ نے نامور علماء اور مشائخ کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ کہ خدا تعالیٰ کی کھلی اور واضح گواہی سے ہم اسبات کا با آسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں یا نہیں ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ میری صداقت کا کوئی مافوق العادت نشان دکھلا دے تو آپ حضرت ذوالجلال سے ڈر کر میری مخالفت چھوڑ دیں گے۔ اور میری بیعت کرلیں گے اگر اس طریق سے آپ لوگ اپنی کسرشان سمجھتے ہیں تو دوسرا اسہل طریق یہ ہے کہ آپ لوک محض خدا تعالیٰ سے خوف کرکے اور اس امت محمدیہ پر رحم فرماکر بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں ایک جلسہ کریں اور اس جلسہ میں جہاں تک ممکن ہو معزز علماء اور دنیادار جمع ہوں اور میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر ہو جاؤں گا۔ تب وہ سب دعا کریں کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ شخص مفتری ہے اور تیری طرف سے نہیں ہے اور نہ مسیح موعود ہے اور نہ مہدی ہے تو اس فتنہ کو مسلمانوں میں سے دور کر اور اس کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچالے جس طرح تو نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو دنیا سے اٹھا کر مسلمانوں کو ان کے شر سے بچالیا۔ اور اگر یہ تیری طرف سے ہے اور ہماری ہی عقلوں اور فہموں کا قصور ہے تو اے قادر ہمیں سمجھ عطا فرما تا ہم ہلاک نہ ہو جائیں اور اس کی تائید میں کوئی ایسے امور اور نشان ظاہر فرما کہ ہماری طبیعتیں قبول کرجائیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ اور جب یہ دعا ہو چکے تو میں اور میری جماعت بلند آواز سے آمین کہیں۔ اور پھر اس کے بعد میں دعا کروں گا اور اس وقت میرے ہاتھ میں وہ تمام الہامات ہوں گے جو ابھی لکھے گئے ہیں اور جو کسی

قدر ذیل میں لکھے جائیں گے غرض یہی رسالہ مطبوعہ جس میں تمام یہ الہامات ہیں ہاتھ میں ہو گا۔
اور دعا کا یہ مضمون ہو گا:

یا الٰہی اگر یہ الہامات جو اس رسالہ میں درج ہیں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے جن کی رو سے میں اپنے تئیں مسیح موعود اور مہدی معہود سمجھتا ہوں اور حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دیتا ہوں تیرا کلام نہیں ہے اور میں تیرے نزدیک کاذب اور مفتری اور دجال ہوں جس نے امت محمدیہ میں فتنہ ڈالا ہے اور تیرا غضب میرے پر ہے تو میں تیری جناب میں تضرع سے دعا کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر زندوں میں سے میرا نام کاٹ ڈال اور میرا تمام کاروبار درہم برہم کر دے اور دنیا میں سے میرا نشان مٹا ڈال اور اگر میں تیری طرف سے ہوں اور یہ الہامات جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں تیری طرف سے ہیں اور میں تیرے فضل کا مورد ہوں تو اے قادر کریم اسی آئندہ سال میں میری جماعت کو ایک فوق العادت ترقی دے اور فوق العادت برکات شامل حال فرما اور میری عمر میں برکت بخش اور آسمانی تائیدات نازل فرما اور جب یہ دعا ہو چکے تو تمام مخالف جو حاضرین ہوں آمین کہیں۔ (اربعین حصہ دوم ستمبر ۱۹۰۰ء)

اس طریق دعا سے عذاب الٰہی صرف حضرت مرزا صاحب کے لئے تھا۔ مباہلہ کی صورت میں فریقین ایک دوسرے کے لئے عذاب الٰہی اور لعنت طلب کرتے ہیں۔ مگر یہاں عذاب الٰہی کی دعا حضرت مرزا صاحب نے صرف اپنے لئے کی تھی اگر اس دعا کے نتیجہ میں حضرت مرزا صاحب ایک سال کے اندر عذاب الٰہی اور بلا ئیات آسمانی اور زمینی سے بالکل محفوظ رہتے بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم کے مورد ہو جاتے اور اگر آپ کی جماعت کو فوق العادت ترقی حاصل ہوتی تو اس سے علماء اور مشائخ کی ذات کو کون سا نقصان پہنچتا تھا۔ اگر وہ حضرت اقدس کی مخالفت میں مخلص ہوتے اور محبت الٰہی ان کا مقصود حیات ہوتا۔ تو یقینی بات تھی کہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق اور تائید میں فوق العادت نشانات سماوی و ارضی مشاہدہ کر کے وہ فوراً توبۃ النصوح کرتے اور مخالفت چھوڑ کر آپ کے دست و بازو بن جاتے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ ان حضرات کے دلوں میں اس قدر بغض اور عناد پیدا ہو چکا ہوا تھا تو حق و باطل میں فیصلہ کے اس آسان ترین طریق کو بھی وہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

جب یہ اتمام حجت بھی بے سود نکلا اور علماء بدستور اپنی مخالفت پر ڈٹے رہے تو حضرت مرزا صاحب نے سورہ الحاقہ کی ان آیات کی طرف علماء کی توجہ مبذول کرائی۔ جو اوپر درج ہو چکی ہیں

اور جن کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر یہ پیغمبر یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہماری طرف کوئی کلام منسوب کرتا جو ہم نے نازل نہیں کیا۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے اور اس کی رگ جان کو کاٹ ڈالتے اور کوئی تم میں سے اس کو نہ بچا سکتا۔ ان آیات ربانی سے آپ نے یہ استدلال فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوی وحی کرنے کے بعد تیئس سال تک زندہ رہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص جو جھوٹا دعوی وحی و الہام کرتا ہے تیئس سال کی زندگی ہرگز نہیں پا سکتا۔ بلکہ بہت پہلے ہی خدا تعالیٰ اس کی رگ جان کاٹ ڈالتا ہے۔ دنیا میں ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی نے جھوٹا دعوی وحی و الہام اور مامور من اللہ کا کیا اور وہ تیئس سال تک زندہ رہا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے علماء کی توجہ دلائی کہ دیکھو اگر واقعی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتا اور اپنے دعووں میں کاذب اور مفتری ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ مجھے تیئس سالہ مہلت ہرگز عطا نہ کرتا۔ آپ نے حافظ محمد یوسف ضلعدار اور تمام ہندوستان اور پنجاب کے علماء اور مشائخ کو نام بنام ان الفاظ میں چیلنج دیا۔

"اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے اور کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے۔ تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو روپے نقد دوں گا۔ اور اگر ایسے کئی لوگ ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے کہ وہ دنیا میں تلاش کرکے ایسی نظیر پیش کریں۔ (اربعین نمبر ۳، نمبر ۴ دسمبر ۱۹۰۰ء)

مگر حضرت اقدس کے اس چیلنج کے جواب میں کسی شخص نے ایسی نظیر پیش نہیں کی۔ اور نہ کوئی پیش کر سکتا تھا۔ اس کے بارے میں آپ نے اپنی اسی کتاب میں لکھا تھا۔ کہ مشہور پادری فنڈر کے سامنے مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم اور مولانا سید آل حسن صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" اور "استفسار" میں انہی آیات قرآنی کو پیش کرکے دلیل دی تھی کہ ایسی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ چنانچہ فنڈر باوجود ماہر تاریخ ہونے کے کتب تاریخ کی ورق گردانی کرکے کوئی ایک مفتری علی اللہ پیش نہیں کر سکا جو افترا کرنے کے بعد تیئس برس زندہ رہا ہو۔

غازی صاحب کے لئے بھی یہ لمحہ فکریہ ہے کیونکہ وہ بھی عالم دین کہلاتے ہیں وہ بھی ان

آیات قرآنی پر اچھی طرح غور کریں۔ جو قانون خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کیا وہی قانون باقی لوگوں پر لاگو تھا۔ میرا یہ محکم ایمان ہے کہ کوئی مفتری علی اللہ الٰہی تلوار سے اپنی گردن نہیں بچا سکتا۔ اور نہ ہی چودہ سو برس کی تاریخ میں کسی مفتری کی نظیر ملتی ہے اور میرا اس پر بھی محکم ایمان ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب مفتری علی اللہ ہوتے اور ان کے تمام دعوے اور الہامات کذب اور افتراء پر مبنی ہوتے۔ تو دنیا کی تمام طاقتور قوموں کی حفاظت کے باوجود بھی وہ اپنے انجام بد سے کبھی محفوظ نہ رہتے۔ کیونکہ اسلام کا خدا بڑا ہی قادر و توانا خدا ہے۔ جس کی قہری طاقت کے آگے تمام انسانی طاقتیں ہیچ ہیں۔ اگر غازی صاحب انصاف پسند اور حق و صداقت کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔ تو وہ خود ہی بتائیں کہ تمام ممکنہ طریقے حق و صداقت کو پہچاننے۔ کے حضرت مرزا صاحب علماء اور مشائخ کے سامنے پیش کر چکے تھے۔ جن میں سے کوئی ایک طریق بھی انہوں نے منظور نہ کیا تو پھر ایسا کون سا طریق ان کے ذہن میں ہے جس سے حضرت اقدس کے صادق یا کاذب ہونے کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ طریق کہاں تک قرآن شریف اور ارشادات نبویؐ سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ کسی مامور من اللہ کی صداقت کو پہچاننے کے لئے جو قرآن شریف نے اصول بیان کیا ہے اس سے بڑھ کر معقول اصول کوئی انسانی ذہن سوچ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جباری اور قہاری طاقتوں کا کبھی مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ میرے نزدیک غازی صاحب نے زیر نظر کتاب لکھنے میں اپنی عمر عزیز کا بہت سارا وقت بالکل ضائع کر دیا ہے۔ انہیں قطع و تین کی آیات کو پیش نظر رکھ کر قلم اٹھانا چاہئے تھا۔ مگر ہم احمدی خدا کے فضل و کرم کے لاکھ لاکھ بار شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے امام صادق کی پہچان بخشی اور اس کے پاک مشن کو دامے درمے قدمے سخنے دنیا میں پھیلانے کے قابل بنایا۔ فالحمدللہ علی ذالك۔

اگر یہ بات درست ہے کہ حضرت مرزا صاحب لغوی 'مجازی' ظلی اور بروزی نبوت کو واقعی حقیقی نبوت قرار دیتے تھے اور اپنے آپ کو گزشتہ انبیاء سے افضل سمجھتے تھے۔ تو یقیناً اس کی سزا جناب الٰہی سے ملنی ضروری تھی۔ خدا تعالیٰ آپ کی قطع و تین کر کے عبرتناک سزا دے سکتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہ کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مخالفین کی طرف سے یہ جھوٹا الزام لگایا جا رہا ہے۔ غازی صاحب نے بھی اپنی کتاب کو ایسے ہی جھوٹے الزامات سے سیاہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ خدائی تائید اور نصرت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ آپ اب تک دین کی کوئی ٹھوس خدمت

نہیں کر سکے۔ مگر دوسری طرف تحریک احمدیہ کو دیکھو۔ دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی پشت پر کسی حکومت کی مالی امداد نہیں ہے۔ اس سے وابستہ افراد کی گاڑھے پسینے کی کمائی سے سارا کاروبار چل رہا ہے۔ اور دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ آپ اس کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور برابر ایک صدی سے آپ کی مخالفت شدومد سے جاری ہے۔ مگر بایں ہمہ یہ تحریک زندہ و سلامت ہے اور آپ اس کی ترقی کی رفتار کو روک نہیں سکے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

و آخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم پر گفتگو

ڈاکٹر غازی صاحب نے حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ کی ایک تحریر پیش کی ہے جس سے اس خیال کا اظہار ہوتا ہے کہ مولانا صاحب نے سورۃ الجمعہ کی آیت متذکرہ عنوان بالا سے استدلال کیا ہے کہ جس طرح عرب کے امیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات قرآنی پڑھیں اور ان کا تزکیہ کیا اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دی۔ اسی طرح آخری زمانہ میں بھی ایک نبی ہوگا۔ جو اس امی قوم پر آیات قرآنی تلاوت کرے گا۔ ان کا تزکیہ کرے گا اور کتاب اور حکمت سکھائے گا۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے الذمخشری کی تفسیر کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحابؓ نے دریافت کیا کہ آخرین سے کیا مراد ہے۔ اس پر نبی صلعم نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر چلا جاتا تو فارسیوں میں سے ایک شخص اسے دوبارہ نیچے لے آتا۔ اس کے بعد مولانا نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ ہی جن میں وہ فارسی نبی مبعوث ہوگا آخرین منھم قرار دیئے گئے ہیں اور مسیح، مہدی اور ابن فارس اسی ایک ہی مصلح کے نام ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد نے مامور من اللہ ہونے کی وجہ سے نہایت مناسب وقت پر دعویٰ کیا ہے۔

غازی صاحب نے حضرت مولانا صاحب کی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔ حالانکہ یہ ان کا اخلاقی فرض تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے اپنے قارئین کو سورۃ الجمعہ کی اس آیت کی تفسیر جو ان کے نزدیک مسلمہ ہے بیان نہیں کی۔ میں افادہ عام کے لئے حضرت مولانا مرحوم کی تفسیر "بیان القرآن" سے اس آیت کریمہ کی تفسیر کر دیتا ہوں۔ ممکن ہے کہ انصاف پسند طبائع اس کی معقولیت سے نیک اثر قبول کریں۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں:

"اور بخاری میں پہلے قول کی تائید میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلعم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ؐ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ و آخرین منھم میں کن کا ذکر ہے تو آپ ؐ نے تین دفعہ سوال دہرانے پر اپنا ہاتھ سلمان فارسی کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو ان میں سے آدمی اس تک پہنچ جاتے یا ایک آدمی پہنچ جاتا۔ اور حدیث کا منشا یہ نہیں کہ آخرین منھم صرف فارسیوں میں سے ایک یا چند آدمی ہیں بلکہ یہ آخرین کی مدح کے طور پر فرمایا ہے کہ وہ دوسرے لوگ جنھوں نے براہ راست مجھ سے تعلیم نہیں پائی بلکہ وہ بعد میں آئیں گے اور میری تعلیم سے فائدہ اٹھائیں گے تو ان میں ایسے ایسے کامل الایمان لوگ بھی ہوں گے اور یوں آخرین منھم میں کل امت صحابہ کے بعد اول سے لے کر آخر تک شامل ہیں۔ گویا ایک تو نبی کریم صلعم کے صحابہ ہیں جن کی تعریف قرآن شریف میں بار بار آچکی اور ایک آخرین ہیں ان کی تعریف میں آنحضرت صلعم نے یہ لفظ فرمائے کہ ان میں بھی بڑے بڑے کامل الایمان لوگ ہوں گے اور یہ آیت نص صریح اس بات پر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ آسکتے ہیں اس لئے کہ اگر ایسا ہو تو پھر آخرین کے معلم نبی کریم صلعم نہ ہوں گے بلکہ وہ نبی ہو گا یا حضرت عیسیٰؑ ہوں گے کیونکہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ سے بوساطت جبرئیل تعلیم حاصل کرتا ہے وہ کسی نبی کا شاگرد نہیں ہوتا اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تو خود قرآن میں شہادت موجود ہے کہ انہوں نے تعلیم براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کی آنحضرت صلعم سے نہیں کی و یعلمہ الکتاب و الحکمۃ والتوراۃ و الانجیل (آل عمران ۳:۴۷) (تفسیری نوٹ نمبر ۳۳۴۸)۔

اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے صرف صحابہ کرام کا تزکیہ نفس کیا اور کتاب و حکمت کی تعلیم دی اور بعد میں آنے والی نسلیں اس براہ راست فیض روحانی سے محروم رہیں۔ پھر جوں جوں زمانہ نبوت میں بعد پیدا ہوتا گیا۔ مسلمانوں کے ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی گئی۔ جس کے باعث طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں جنم لیتی چلی گئیں۔ اور تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں تو ضعف ایمان انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ اور ایسا دکھائی دینے لگا تھا کہ گویا مسلمانوں کے دلوں میں دین کی حس ہی ختم ہو گئی تھی۔ اگر ان کے اوپر سیاسی زوال آیا تھا اس کی بنیادی وجہ بھی ایمان کا فقدان تھا۔ اور باوجودیکہ امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حدیث مجدد کے تحت متعدد بزرگ ہستیوں نے اسلامی دیار و امصار میں حق کی شمعیں روشن کیں مگر وہ انقلاب جو نبی صلعم نے

عرب کی جاہل' اکھڑ اور قدامت پسند قوم میں ایک ربع صدی سے کم وقت میں پیدا کر دیا تھا۔ اس کی گرد کو بھی ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ نہ پہنچیں۔ چودھویں صدی میں جس خدا نے یکے از غلامان رسول کو شمع حق روشن کرنے کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور یہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت کے عین ہم رنگ تھا جس قسم کا سیاسی' اخلاقی' روحانی اور علمی زوال قوم یہود پر مستولی تھا۔ وہی زوال مسلمانوں پر چھایا ہوا تھا۔ تاہم بنی اسرائیل کے وجود کو کلی طور پر ختم کرنے کے لئے رومن حکومت نے کوئی منظم منصوبہ بندی نہ کی۔ جو انگریز حکمرانوں نے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کے لئے کی تھی۔ یہود کامل طور پر رومنوں کی دینی یلغار سے محفوظ رہے۔ مگر انگریز نے سیاسی غلبہ حاصل کرتے ہی اپنی حکومت کا استحکام اور استقلال اس بات میں دیکھا کہ مسلمانوں کو دین و ایمان کی رہی سہی دولت سے بھی محروم کر دیا جائے۔ جب ہندی مسلمان عیسائیت قبول کر لیں گے۔ تو اس کی حکومت کو ہمیشہ کے لئے کوئی خطرہ نہ رہے گا۔ پادریوں کی فوجیں سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی ہوئی لہروں کی مانند سارے برصغیر ہند پہ چھا گئیں۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے پاؤں زمین سے اکھاڑ کے رکھ دیئے۔ غازی صاحب اس پر آشوب زمانہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔ انہیں کسی کونے کھدرے سے کوئی شخص سوائے حضرت مرزا صاحب کے جنہیں وہ انگریزوں کا ایجنٹ لکھتے لکھتے نہیں تھکتے نہیں ملے گا۔ جس نے اسلام اور مسلمانوں کے اتنے خوفناک اور طاقتور دشمن سے ٹکر لی ہو۔ اور اس کے دجالی فتنہ سے مفلوک الحال اور بے سرو سامان مسلمانوں کو نجات دلائی ہو۔ اور اس کے سارے طلسم کو دھوئیں کی طرح اڑا کے رکھ دیا ہو۔ یہ عظیم ترین کارنامہ اگر اس زمانہ کے علماء سرانجام دے سکتے تو وہ دن رات ہاتھ اٹھا اٹھا کر تضرع اور الحاح کے ساتھ رب العزت کے حضور میں دعائیں نہ کرتے کہ اے خدا اب تو امت محمدیہ پر حالت نزع طاری ہے۔ اس کو اپنی نظر کرم سے نواز اور اسے دوبارہ زندگی بخش دے۔ اور اس ہادی و رہنما کو جس کا انتظار کرتے کرتے ہماری آنکھیں تھک گئیں جلد ہماری رستگاری کے لئے بھیج دے۔ پھر چشم فلک نے خوب دیکھا کہ جب وہ امام منتظر آ گیا تو دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ کیا آپ کو اس امام ربانی کی عظمت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے پتہ نہیں چلتا کہ جب وہ دنیا میں آئے تو برفانی پہاڑوں کو اپنے گھٹنوں اور کہنیوں کے بل عبور کر کے اس کو میرا اسلام کہنا۔

ہر صدی میں آنحضرت صلعم کے بروز آئے۔ مگر چودھویں صدی کا امام چودھویں رات کے چاند کی طرح آنحضرت صلعم کا بروز کامل تھا۔ اور اس معاملہ میں دو رائیں قائم نہیں ہو

سکتیں۔ کہ آخرین منھم کو روحانی طور پر زندہ کرنا کسی معمولی صلاحیت کے انسان کے بس میں نہ تھا۔ اسلام کے اتنے خوفناک دشمن کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملانے والا کوئی فوق العادت روحانی طاقتوں کا ہی مالک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ یہ تمام روحانی طاقتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو عطا کیں اور جس مقام پر آپ کو کھڑا کیا گیا اگرچہ وہ موہبت تھا۔ تاہم اس کا حصول صرف اس صورت میں ممکن ہوا کہ آپ نے پیروی رسول اکرم صلعم میں اپنی جان نثاری کو انتہا پر پہنچا دیا۔ اور اگرچہ اس امت میں ہزاروں افراد کے اندر انوار نبوت محمدیہ موجزن ہوئے۔ اور ہزاروں کو نبوت کا درجہ ملا۔ تاہم انہیں بوجہ ختم نبوت نبی کا نام ظاہر طور پر نہ دیا گیا۔ مگر آنحضرت صلعم نے قیامت تک پیدا ہونے والی امت میں صرف اپنے مسیح اور مہدی کو نبی کا نام عطا کیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کی اس حدیث کو ہمیشہ برحق قرار دیا ہے۔ مگر اس لفظ نبی کے استعمال کو حقیق معنوں پر کبھی محمول نہیں کیا۔ اگر حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس لفظ کو لغوی اور مجازی معنوں میں حضرت مرزا صاحب کے لئے محولہ بالا تحریر میں استعمال فرمایا ہے تو اس میں کیا خطا کی ہے۔ اگر غازی صاحب انوار نبوت محمدیہ کی تجلیات کے قائل نہیں تو نہ ہوں ہم نے ان تجلیات کا نظارہ حضرت مرزا صاحب کی ذات میں دیکھا ہے اس لئے ہم بفضل خدا اس امر پر محکم ایمان رکھتے ہیں۔ ذالك فضل الله یو تیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم۔

تحدیث کے لغوی معنی اور غازی صاحب

غازی صاحب نے "ایک غلطی کے ازالہ" سے مندرجہ ذیل الفاظ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس سہ ورقہ ٹریکٹ میں محدث ہونے سے انکار کیا ہے اور نبی ہونے کا اقرار کیا ہے:

"سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے اگر کہو اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے"۔

قربان جاؤں اس تبحر علمی پر کیا کیا عجیب و غریب علمی نکتے بیان ہوتے ہیں کہ عقل دنگ رہ

جاتی ہے۔ محترم غازی صاحب کچھ تو انصاف سے کام لیں اور حضرت مرزا صاحب نے از روئے کتب لغت جو فرق نبوت اور محدثیت میں بتایا اس کی سچائی بطیب خاطر تسلیم کر لیں۔ اور اگر فی الواقعہ آپ اپنے ذاتی علم لغت کی بنا پر سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت اقدس کا بیان کردہ فرق غلط ہے تو آپ لغت کا حوالہ دیں جس میں تحدیث کے معنی اظہار غیب ہے۔ اور اس امت میں جس شخص پر اظہار امر غیب ہوتا ہے وہ از روئے لغت محدث کہلاتا ہے اور اگر آپ حضرت مرزا صاحب کے بیان کی تردید نہیں کر سکتے اور کبھی نہیں کر سکیں گے۔ تو پھر اعتراض کی کونسی بات رہ جاتی ہے۔ ہاں البتہ آپ کے تمام اعتراضات کی بنیاد ضرور اکھڑ جاتی ہے۔ اور کیونکہ لغت میں جس کو نبی کہا جاتا ہے وہ حقیقی نبی ہرگز نہیں ہوتا کیونکہ اظہار امر غیب دراصل مبشرات کا ہی دوسرا نام ہے۔ مبشرات نبوت حقیقی کا چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔ اور میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ مبشرات پانے والا کوئی شخص کبھی حقیقی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسے صرف از روئے لغت نبی کہا جا سکتا ہے۔ اور ایسے شخص کو اسلامی اصطلاح میں محدث کہا جاتا ہے۔ تاج العروس اٹھا کر دیکھ لو اس میں تحدیث یا محدث کے معنی اظہار غیب نہیں ہے بلکہ محدث کو مجازی معنوں میں ایسا شخص کہا جس سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا الہام آپ کے دعویٰ کی حقیقت پوری طرح واضح کر دیتا ہے۔ انت محدث الله فيك مادة فاروقيه اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصطلاحی معنوں میں محدث فرمایا ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کی تحریر جو آپ نے تمہید "النبوت فی الاسلام" کے صفحہ ۲۳ سے نقل کی ہے وہ آپ کے مفید مطلب نہیں۔ ذرہ تھوڑا سا اوپر کا حصہ شامل کر کے عبارت پڑھیں تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ آپ کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ قادیانی لوگ حضرت مرزا صاحب کو کامل نبی مان کر آپ پر اترنے والی وحی پر وحی قرآنی چھوڑ کر عمل کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام پر اس وقت عمل کرتے ہیں جب انہیں حضرت مرزا صاحب کی وحی سے ان کی تصدیق ملتی ہے۔ اور اگر قادیانیوں کا ایسا کوئی عمل نہیں۔ اور نہ ہی وہ حضرت اقدس کی وحی کو وحی متلو قرار دیتے ہیں۔ اور نہ اس کی تلاوت قرآن کی تلاوت کی طرح ان کا معمول زندگی ہے تو پھر آپ کو حقیقی نبی قرار دینے سے کیا فائدہ ہوا۔ کیا اس سے بہتر نہیں ہے کہ ہماری جماعت احمدیہ لاہور کی طرح انہیں لغوی اور مجازی نبی مانا جائے اور وہ فتنہ جو اس عقیدہ سے پیدا ہوا ہے اس کا خاتمہ ہو جائے اور مسلمان باہمی خلفشار اور انتشار سے محفوظ ہو جائیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے لکھنے کا مقصد

یہ نہیں کہ نتیجہ کے لحاظ سے ہم لاہوری احمدی بھی حضرت اقدس کو حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ہم نے ابتدا سے ہی اجرائے نبوت کے عقیدہ کے موجدوں کے آگے ایک بھاری بھر کم پتھر رکھ دیا ہے کہ حضرت اقدس کے اس اعلان کی جو آپ نے اپنی تصنیف ''تریاق القلوب'' مجریہ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں بدیں الفاظ کیا تھا۔ ''ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا'' کی تردید اپنی کسی بعد کی تحریر یا کتاب میں کی ہو تو دکھادیں۔ یہ بات ایک معمولی علم کا مسلمان بھی بخوبی جانتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کا انکار کرنا بہر صورت موجب کفر اور اخراج از دائرہ اسلام ہوتا ہے۔ غازی صاحب خوب زور لگا دیکھیں انہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انبار در انبار تحریرات میں نہ ۱۹۱۴ء سے پہلے اور نہ بعد میں کوئی تحریر ملے گی جس میں حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والے کو کبھی کافر کہا ہو۔ بلکہ جن مسلمانوں نے بلا سوچے سمجھے جوش میں آکر یا مخالف علماء کے دھوکے میں آکر آپ کی تکذیب اور تکفیر کی انہیں بھی آپ نے کفر دون کفر کی ذیل میں ہی رکھا ہے۔ کیا یہ نمایاں فرق غازی صاحب کی آنکھیں روشن کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مگر میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ جس شخص کی تسلی حضرت مولانا مرحوم کے ٹریکٹ ''رد تکفیر اہل قبلہ'' کے مطالعہ سے بھی نہیں ہوئی اس کو قائل کرنا میرے جیسے ہیچمیداں کے بس کی بات نہیں۔

ایک عالم دین اہل قبلہ کی تکفیر کے رد میں کتاب لکھتا ہے اور دنیا کو یہ بتاتا ہے کہ تکفیر اہل قبلہ ایک گناہ عظیم ہے اس سے مسلمانوں کو اتحاد ملت کی خاطر فوراً توبہ کرنی چاہئے۔ مگر غازی صاحب اس عالم دین پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ بھی حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر سمجھتے تھے۔ ''رد تکفیر اہل قبلہ'' ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ ایک دفعہ مخلی بالطبع ہو کر اس کا مطالعہ تو کر دیکھیں۔

تمہید ''النبوت فی الاسلام'' کی ایک عبارت پر اعتراض کا جواب

غازی صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت ''النبوت فی الاسلام'' بار اول ۱۹۱۵ء کے حوالہ سے لکھی ہے:

''ان کو کامل نبی مان کر بھی تم ان کو مرتبہ اس سے زیادہ کوئی نہیں دیتے ہو۔ جو مرتبہ ہم ان کو جزئی نبی مان کر دیتے ہیں۔ ان کے الہامات جس حد تک تم حجت تسلیم کرتے ہو۔ اسی حد تک

ہم تسلیم کرتے ہیں بلکہ عملاً ہم زیادہ تسلیم کرتے ہیں"۔

یہ عبارت "النبوت فی الاسلام" بار اول کے صفحہ ۲۳ پر نہیں ہے۔ بلکہ یہ کتاب لکھنے سے پہلے حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس کتاب کی تمہید لکھی تھی جسے تمہید "النبوت فی الاسلام" کا نام دیا تھا۔ جو نہ کبھی اول ایڈیشن کا حصہ بنی جو ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا اور نہ نظر ثانی شدہ ایڈیشن میں شامل کی گئی جو غالباً ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا۔ یہ چند الفاظ غازی صاحب کے غلط حوالہ کے باعث لکھنے پڑے ہیں۔ اب اس عبارت سے جو نتیجہ غازی صاحب نے نکالا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ لکھتے ہیں:

"اوپر ہونے والی گفتگو احمدیوں کے لاہوری گروہ کی اصل حیثیت بے نقاب کر دیتی ہے۔ کہ وہ مرزا غلام احمد کے تمام دعووں کو مانتا ہے۔ یہ اسے آنحضرت صلعم کا ظل اور بروز تسلیم کرتا ہے یعنی آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی اور حضورؐ کا دوبارہ تجسم پکڑنا۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے تمام الہامات اسی طرح معتبر اور قابل اطاعت ہیں جس طرح کہ انبیاء کی وحی ہوتی ہے۔ عملاً قادیانیوں اور لاہوریوں میں کوئی فرق نہیں صرف لفظی اختلاف ہے۔ اور عملاً ختم نبوت کے معاملہ میں دونوں ہم خیال ہیں۔ دونوں ان صحیح معنوں میں ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جو ساری امت مسلمہ میں صدیوں سے مسلمہ چلے آرہے ہیں۔ اس لئے انہیں مسلمان نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔"

ختم نبوت پر میں اتنا مفصل لکھ چکا ہوں کہ مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ جس رنگ میں امت مسلمہ صدیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء قرار دیتی چلی آرہی ہے۔ اس رنگ میں آنحضرت صلعم ہرگز آخری نبی قرار نہیں پاتے۔ کیونکہ وہ اس پختہ عقیدہ پر جمی بیٹھی ہے۔ کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اسلام اور مسلمانوں کی رستگاری کے لئے دوبارہ دنیا میں نزول فرمانا ہے۔ گویا وہ پرانے نبی کی دوبارہ آمد کی قائل ہیں۔ اور قادیانی جماعت ایک نئے نبی کی قائل ہے لہٰذا جماعت احمدیہ لاہور کے نزدیک دونوں ہی منکر ختم نبوت ہیں۔

میں گزشتہ صفحات میں ظل اور بروز پر مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔ اور غازی صاحب کے اس کہنے کو بہتان عظیم قرار دیتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور ظل سے مراد آنحضرت صلعم کی بعثت ثانی لیتی ہے۔ اور بروز سے یہ مراد لیتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی روح پاک حضرت مرزا صاحب کے جسم خاکی میں حلول کر گئی تھی۔ میں اس الزام کی بھی پر زور تردید کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ لاہور

حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو وہی درجہ اور مقام دیتی ہے جو انبیاء کی وحی کو حاصل ہے۔
حضرت مولانا محمد علی صاحب کی اوپر درج شدہ تحریر کو سیاق اور سباق میں رکھ کر پڑھنے سے قارئین پر واضح ہو جائے گا۔ کہ غازی صاحب نے عبارت کا چھوٹا سا حصہ پیش کر کے سخت دھوکا دیا ہے۔
مولانا صاحب نے قادیانیوں کو مخاطب کر کے لکھا تھا:

"دوستو تم کس غلطی میں پڑ گئے ہو جس سے دوسروں کو نکالنے کے لئے حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔ قرآن کریم میں بعض جگہ لوگوں نے اختلاف سمجھ کر جھٹ ایک آیت سے دوسری کو منسوخ قرار دے دیا۔ اور اسی غلطی میں بعض بڑے بڑے اہل علم و فضل بھی پڑے رہے مگر درحقیقت یہ عقیدہ درست نہ تھا۔ سو حضرت مسیح موعود نے کیسی اصلاح فرمائی۔ مگر آج تم خود اس غلطی میں مبتلا ہو رہے ہو۔ تم پہلی اور پچھلی تحریروں کو تطبیق دینے سے گھبراتے ہو۔ حضرت صاحب کے دعویٰ کے بارہ میں ناسخ و منسوخ کے بے ہودہ خیال کو ترک کرو اور سب تحریروں کو تطبیق دو۔ یاد رکھو کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریروں کو منسوخ قرار دے کر بھی تمہارا چھٹکارا نہیں۔ ۱۹۰۱ء کے بعد بھی وہی لفظ پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے کچھ میں نے بطور نمونہ لکھ دیا ہے۔ حضرت صاحب کے دعویٰ رسالت اور نبوت میں اس وقت سے لے کر جب آپ کو معبوث کیا گیا رسول اور نبی کا لفظ آپ کے الہامات میں آیا آخر تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ کوئی آپ کی تحریر جس کی بنیاد وحی الٰہی ہو منسوخ ہے۔ اور خود دعویٰ کے متعلق یہ کہنا تو پرلے درجے کی بے ادبی آنجناب کی ہے۔ نبوت کاملہ آپ کی طرف منسوب کر کے سوائے اس کے کچھ تمہارے ہاتھ میں نہیں آئے گا۔ کہ آپ کی بیعت میں جو لوگ شامل نہیں ہیں وہ کافر بن جائیں گے مگر یاد رکھو کہ ان کو کافر بنا کر تم پھر خود بھی کفر کے فتوؤں سے بچ نہیں سکتے۔ بے شک ہم پر پہلے بھی کفر کے فتوے لگے مگر ان میں ہم حق پر تھے دوسرے ظالم تھے اب تم خود دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا کر اپنے لئے کفر کا فتویٰ خریدتے ہو اور قابل معافی نہیں۔ پہلے ظالم دوسرے تھے اب ظلم اور زیادتی تمہاری طرف سے ہو گی۔ کامل نبوت اور جزوی نبوت میں فرق صرف اس قدر ہے۔ ان کو کامل نبی مان کر بھی تم ان کو مرتبہ اس سے زیادہ کوئی نہیں دیتے جو مرتبہ ہم ان کو جزوی نبی مان کر دیتے ہیں۔ ان کے الہامات جس حد تک تم حجت تسلیم کرتے ہو اس حد تک ہم تسلیم کرتے ہیں بلکہ عملاً ہم زیادہ تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی پیشگوئیاں اور روحی کو نبوت کاملہ سے کوئی تعلق نہیں اگر تعلق ہوتا تو ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء سے بعد کی وحی میں ظاہر ہوتا۔ مسیح موعود تم بھی مانتے ہو ہم بھی مانتے

ہیں اگر کوئی فرق پڑتا ہے۔ تو صرف اس قدر کہ تم انہیں کامل نبی کہہ کران نبیوں میں داخل کرنا چاہتے ہو جن کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ورنہ کیا کامل نبی کہہ کر تم آپ کے الہامات کو کوئی نیا مرتبہ دیتے ہو کیاان کو نماز میں پڑھنا جائز سمجھتے ہو۔ جس طرح حضرت مسیح موعود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے خلاف اس امر سے استدلال کیا ہے کہ اگر وہ واپس آئیں تو پھرانجیل کو نماز میں پڑھیں اب اگر تم ان کو ویسا ہی کامل نبی سمجھتے ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو پھران کے الہامات کے لئے بھی وہی مرتبہ تجویز کرو۔ ورنہ ناحق ایک ایسے امر کے اختیار کرنے سے کیا فائدہ جس سے حضرت مسیح موعود کی پندرہ سال کی تحریروں پر پانی پھر جائے اور آپ کے تمام دلائل سے امن اٹھ جائے اور آپ کا حکم بننا ایک مضحکہ خیز بات بن جائے''۔

کسی تقریر یا تحریر کے اصل مطالب کو مسخ کرکے اپنی مطلب براری کے لئے پیش کرنا کوئی قابل قدر کارنامہ نہیں ہوتا۔ بہرحال میرا پیش کردہ اقتباس ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے جو غازی صاحب نے کتر و بیونت سے کام لے کر پیدا کی ہے۔ میرا اپنا اندازہ یہی ہے کہ غازی صاحب نے بذات خود حضرت مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ کی کوئی تصنیف نہیں پڑھی۔ مخالفوں نے اپنے مطلب کی کچھ باتیں اعتراضات کی خاطر جمع کر رکھی ہیں۔ ان صاحب نے صرف ان سے استفادہ کیا ہے۔ اس لئے ان کے تمام اعتراضات بڑی عام سی نوعیت کے ہیں۔

غازی صاحب کی نگاہ میں مسلمانوں کے بارے میں جماعت احمدیہ لاہور کا موقف

غازی صاحب کا آخری اعتراض جماعت احمدیہ لاہور پر یہ ہے کہ اگرچہ یہ زبانی ہی کہتی رہتی ہے کہ جو مسلمان حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے انہیں یہ کافر نہیں کہتی۔ مگر فی الحقیقت یہ بات اتنی سادہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی خیال آرائی ان کی زبانی سنئے۔ وہ لکھتے ہیں:

''مسٹر محمد علی لاہوری نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس کی تحریرات کا لب لباب یہ ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کو نہیں مانتے وہ تین اقسام کے ہیں۔

اول وہ جو مرزا صاحب کی بیعت نہیں کرتے مگر آپ کو نہ کافر قرار دیتے ہیں اور نہ ان کے دعوؤں میں انہیں کاذب کہتے ہیں۔ یہ کافر نہیں ہوتے۔

دوم وہ جو مرزا صاحب کو اس کے دعوؤں میں کاذب قرار دیتے ہیں۔ یہ کافر ہیں۔

سوئم وہ جو مرزا صاحب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی کافر ہیں۔ یہ صورت حال رسالہ مذکور کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے واضح ہو جاتی ہے۔

"مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا آپ کے دعوؤں کے انکار کو کسی شخص کو کافر قرار دینے کی بنیاد نہیں بنایا۔ بلکہ ان کے خیال کے مطابق کسی کو کافر قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص نے مرزا صاحب کی تکذیب کر کے ایک مسلمان کو کافر قرار دیا ہے۔

ایک حدیث نبویؐ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے تو وہ کفر مکفر پر لوٹ کر پڑتا ہے۔ اس حدیث کی رو سے کفر اس پر لوٹے گا جو آپ کی تکذیب کرتا ہے۔

وہ شخص جو مرزا صاحب کو کافر قرار دیتا ہے جو آپ کو مفتری قرار دیتا ہے وہ دونوں ایک ہی قسم ہیں۔ کیونکہ دونوں مدعی کی تکفیر کرتے ہیں اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت کفر کے نیچے آجاتے ہیں۔

مجھے افسوس سے لکھنا پڑا ہے کہ اوپر نقل کردہ عبارتیں مولانا محمد علی علیہ الرحمتہ کے رسالہ "رد تکفیر اہل قبلہ" ایڈیشن ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۳۰ پر موجود نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے غازی صاحب نے مولانا مرحوم کی عبارت کا مفہوم اپنی زبان میں لکھ دیا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ صفحہ ۳۰ کی پوری عبارت لکھ دوں تاکہ اس کا صحیح مفہوم قارئین سمجھ سکیں۔ حضرت مولانا صاحب نے لکھا تھا:

"حضرت مسیح موعود سارے دعووں کے منکروں کا ذکر نہیں کر رہے بلکہ صرف انہی کا جو آپ کو مفتری یا کاذب کہتے ہیں۔ اور "تریاق القلوب" میں کافر کہنے والے اور کاذب کہنے والے کو ایک ہی قسم میں رکھا ہے۔ دونوں تحریروں میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ایک ہی مذہب ہے"۔

ایک اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ اسی "حقیقتہ الوحی" کی عبارت میں جو اوپر نقل ہو چکی ہے لکھا ہے "پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔ اب اس سے دو باتیں صاف ہوئیں۔ اول یہ کہ وہی شخص جس کو اوپر نہ ماننے والا کہا ہے یہاں اس کو مکذب کہا ہے اور مکذب وہی ہوتا ہے جو ایک مدعی کی تکذیب کرے یعنی اسے کاذب کہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہاں ان نہ ماننے والوں کا ذکر ہے جو مفتری کہتے ہیں اور جن کا ذکر "تریاق القلوب"

میں کافر کہنے والوں کی ذیل میں کیا ہے۔ اور دوسری یہ بات صاف ہوئی کہ حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعویٰ کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا۔ بلکہ وجہ کفر صرف اسی بات کو قرار دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے کافر کہا۔ اس لئے اسی حدیث کے مطابق جو کافر کہنے والے پر کفر لوٹاتی ہے اس صورت میں کفر لوٹا۔ پس اب بھی وہی بات قائم ہے جو "تریاق القلوب" میں کہی تھی یعنی حاشیہ ص ۱۳۰ میں......"

گویا اب بھی اپنے دعوے کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا جیسا کہ "تریاق القلوب" میں بھی اپنے دعوے کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا تھا بلکہ چونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معناً یکساں ہیں یعنی مدعی کی دونوں تکفیر کرتے ہیں اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آجاتے ہیں۔

چوتھا قرینہ حقیقۃ الوحی ص 162 کا حاشیہ ہے جہاں پر اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ وہ وجہ کفر مفتری کہنے والے میں کیا ہوتی ہے۔ آیا انکار دعویٰ وجہ کفر ہے۔ جیسا کہ انبیاء میں سے یا وہ حدیث جو تکفیر کرنے والے کو کافر قرار دیتی ہے۔

غازی صاحب استدلال کرتے ہیں کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے۔ لاہوری جماعت کے اس موقف سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ مسلمان جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا اس گروہ کے نزدیک کافر ہے۔ دراصل ہر شخص جو انہیں نہیں مانتا لازمی طور پر انہیں ان کے دعوؤں میں کاذب جانتا ہے۔ پس ہر مسلمان جو مرزا صاحب کے دعوؤں کی نسبت علم رکھتا ہے وہ ان کے نظریے کے مطابق کافر ہے۔ غازی صاحب کے لئے اس استدلال کی بنیاد موجودہ صورت حال ہے۔ جبکہ مخالف علماء کی مسلسل جدوجہد سے عوام الناس کو پوری طرح گمراہ کیا گیا ہے۔ اور انہیں باور کرایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نعوذباللہ مفتری اور کاذب تھے اور ان سے وابستہ تمام احمدی کافر ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں صورت حالات بالکل مختلف تھی۔ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور بیدار مغز طبقہ آپ سے بڑا حسن ظن رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ علامہ اقبال مرحوم بھی آپ کے عقید تمندوں میں سے تھے۔ اور اس تحریک سے بڑی مثبت امیدیں وابستہ رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی بیشتر حصہ مسلمانوں کا موجود تھا۔ جو مخالف پراپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں اس تحریک میں وہ غالی گروہ بھی ابھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس نے امت محمدیہ میں ایک طرف جدید نبوت کی بنیاد رکھی اور دوسری طرف روئے عالم کے کل مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

قرار دیا اس لئے مسلمانوں میں بیسویں صدی کے ابتدائی دہائیوں میں حضرت مرزا صاحب کو مفتری اور کافر کہنے والے لوگ زیادہ تعداد میں نہ تھے۔ اس لئے جماعت احمدیہ لاہور نے جو موقف مسلمانوں کے بارے میں اختیار کیا تھا۔ وہ مبنی بر حقیقت تھا۔ اور وہ موقف حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے عین مطابق تھا۔ اور وہ تعلیم یہ تھی۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"۔ (حاشیہ تریاق القلوب ص ۱۳۰)

اب رہ گیا مکفرین اور مکذبین کا معاملہ۔ تو اس صورت میں ایسے لوگوں کے لئے وہی سزا ہے۔ جو گزشتہ محدثین اور صلحا کے متشدد مکفرین اور مکذبین کی تھی اور جو مسلمان کلمہ گوؤں کو کافر اور مفتری قرار دینے والوں کے لئے احادیث میں مقرر ہوئی ہے۔ قادیانی اور لاہوری احمدیوں کے موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قادیانی گروہ کہتا ہے "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ مگر لاہوری احمدی حضرت مرزا صاحب کے دعوے کا انکار کرنے والے مسلمانوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی تکفیر اور تکذیب کرنے والوں پر بھی حدیث نبوی کے مطابق انکا کفر اور کذب لوٹاتے ہیں۔ کتنی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اتنے بڑے اور نمایاں فرق کے باوجود بھی غازی صاحب دونوں جماعتوں کے نظریوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے۔ اگر مسلمان ایک مامور من اللہ کی تکذیب اور تکفیر کر کے سزا کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیں تو اس میں جماعت احمدیہ کا کیا قصور ہے۔

آپ نے اس سلسلہ میں جو حدیثیں پیش کی ہیں اور ان پر النووی اور ابن حجر کی تفسیر پیش کی ہے۔ ہمیں ان سے سر مو اختلاف نہیں ہے۔ ہم انہیں اپنے سر اور آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں۔ آپ نے بخاری شریف کی حدیث نمبر ۶۱۰۳ تو پیش کر دی مگر یہ نہیں بتایا کہ حدیث کے مطابق جب ایک شخص اپنے بھائی کو کہتا ہے اے کافر تو ان میں سے ایک ایسا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کیا ہو جاتا ہے۔ کیا وہ اپنے بھائی کی تکفیر کر کے مومن صادق ہو جاتا ہے۔ یا شرافت کی بلندی سے قعر مذلت میں گر

پڑتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے بخاری شریف کی حدیث نمبر ۶۰۴۴ بھی لکھ دی ہے۔ مگر اس پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔ یہ حدیث شریف کہتی ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کو معصیت کے گناہ سے متہم کرتا ہے یا اسے کافر قرار دیتا ہے تو یہ الزام اس کی طرف لوٹے گا بشرطیکہ متہم شخص ایسا نہ ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ کسی شخص کے کردار پر جھوٹا الزام لگانے والا شریعت کی رو سے سزا پاتا ہے یا نہیں۔ آخر قذف کسے کہتے ہیں۔ اسی طرح مکذب اور مکفر کی بھی معقول سزا ہونی چاہئے تاکہ اسلامی معاشرہ اس فتنہ سے محفوظ و مصئون رہے۔

صحیح مسلم کے مفسر النووی کی تفسیر کے درج کردہ الفاظ بڑے قابل غور ہیں۔ وہ فرماتے ہیں صحیح الخیال مسلمانوں کا یہ مسلمہ مسلک ہے کہ کوئی مسلمان قتل اور زنا یا کسی کو کافر قرار دے کر کافر نہیں ہو جاتا۔ جب تک کہ وہ اسلام کو جھوٹا قرار نہ دے۔

غازی صاحب مکرم! شریعت کے قانون کے تحت ایک قاتل اپنے جرم کی سزا پاتا ہے زانی اپنے جرم کی سزا پاتا ہے۔ اور مکفر اپنے گناہ کی سزا پاتا ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے پڑھ لیا ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے مکذب اور مکفر کو کافر دائرہ اسلام سے خارج لکھا ہے۔ اگر آپ نے "رد تکفیر اہل قبلہ" اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا تو اس کے سرورق پر طبرانی کی یہ حدیث جلی حروف میں لکھی ہوئی نظر آتی۔

فمن کفر اهل لا اله الا الله فهو الی الکفر اقرب

کاش آپ نے مولانا صاحب کے ان الفاظ پر ہی ٹھنڈے دل سے غور کی ہوتی جو آپ نے اپنے اسی رسالہ کے ابتدائی حصہ میں لکھے تھے۔

"اگر آج تمام مسلمان اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ ہم کسی مکفر کو اپنا پیش رو نہیں بنائیں گے تو دس سال کے اندر تکفیر کی بیماری کا خاتمہ ہو کر اور مسلمانوں میں وحدت پیدا ہو کر وہ تعمیر اسلام کا کوئی مفید کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے اور اسے کافر کہنے والا دشمن اسلام ہے جو کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اسے کافر کہنے والا خدا اور اس کے رسولؐ کے عہد کو توڑتا ہے۔ اور اپنی ہوا و ہوس کی اتباع کرتا ہے۔ ایسے شخص کو وہی مرتبہ دو جو رسول اللہ صلعم نے اس کے لئے تجویز کیا ہے وہ کفر لوٹ کر اس پر پڑتا ہے۔ اگر دنیا میں کوئی کلمہ گو ایسا ہے جو مسلمان کہلانے کا

مستحق نہیں تو وہ یہی مسلمان کو کافر کہنے والا ہے"۔

جماعت احمدیہ کا مسلک حضرت مولانا صاحب مرحوم کی اس تحریر کے مطابق ہے اور وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتی ہے کہ جب تک کوئی کلمہ طیبہ کا انکار نہیں کرتا۔ خواہ اس میں کئی وجوہ کفر کی پائی جاتی ہوں۔ وہ دائرہ اسلام کے اندر ہی رہتا ہے۔ اور اس کا کفر کفر دون کفر کی ذیل میں ہوتا ہے۔ اور ہم امام النووی کی تشریح کو درست تسلیم کرتے ہیں اور ابن حجر نے بھی حدیث کی جو تشریح فتح الباری میں کی ہے اس سے بھی ہمیں پورا پورا اتفاق ہے اگر اتفاق نہیں تو صرف حضرت مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ لاہور کے مخالف علماء اور ایم اے غازی صاحب کو نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا جب معاملہ ہو تو وہ علماء حق کے اس فتویٰ کی آڑ لے لیتے ہیں۔ کہ اگر ایک شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو اسے مسلمان سمجھا جائے۔ مگر جب حضرت مرزا صاحب اور آپ کے پیروکاروں کا معاملہ ہو تو پھر یہ اصول اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص میں ننانوے وجوہ اسلام کی ہوں اور ایک وجہ کفر کی ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف رکھ دیجئے اور پھر حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی پر نگاہ دوڑایئے۔ اور انصافاً بتایئے کہ حضرت ممدوح کے قول اور فعل میں کون سی بات آپ کو اسلامی تعلیمات کے خلاف دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد آپ کے ان دعووں کو لیں اور آپ کی خدمات اسلامیہ کو سامنے رکھیں۔ کیا آپ کے جملہ کارنامے جو آپ نے حفاظت اور دفاع اسلام کے سلسلہ میں سرانجام دیئے اور جن کا اعتراف ایک دنیا کو ہے آپ کے ان دعووں کی تصدیق نہیں کرتے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ لاہور کے اکابر اور دوسرے افراد کی زندگی بھی دنیا کے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہے۔ اور ان پر کوئی سلیم الفطرت شخص انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ اس جماعت کی ساری زندگی اجرائے نبوت کے باطل عقیدہ اور تکفیر اہل قبلہ کے خلاف مسلسل جہاد میں گزر گئی ہے۔ مگر غازی صاحب ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہمیں متہم کر رہے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو ظلی بروزی نبوت کی آڑ میں دراصل ہم بھی قادیانیوں کی طرح حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اور تمام کلمہ گو مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں صریح جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب اسلامی اصطلاح میں ہرگز نبی نہ تھے۔ بلکہ صرف محدث تھے۔ محدث کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ مگر نبی کا منکر بہر صورت کافر ہوتا ہے۔ تکذیب اور تکفیر اگر محدث کی ہو تو یہ گناہ عظیم ہے۔ مگر یہ کفر بہرحال ایک فرع کا ہے اصل کا

نہیں۔اسی لئے اکابر اہل سنت نے اس کو کفر دون کفر کے تحت رکھا ہے۔ مگر غازی صاحب نے کفر دون کفر کو پیٹھ پیچھے پھینک کر خوشی اس بات پر منائی کہ احمدی کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ تمام احمدی کلمہ طیبہ پر ایمان کامل رکھتے ہیں۔ نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ تمام ارکان دین کی حتی الوسع پابندی کرتے ہیں۔ اور امر معروف اور نہی عن المنکر کی تلقین اور تبلیغ کرتے ہیں۔ قال اللہ و قال الرسول کے مطابق زندگی کا پاک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس دنیا کی عدالتوں کے دروازے تو ہم پر بند ہیں مگر خدا تعالیٰ کی عدالت کے دروازے تو دنیا کی کوئی طاقت بند نہیں کر سکتی۔ ہم اپنا مقدمہ اس احکم الحاکمین کی عدالت میں دائر کر چکے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز وہاں سے ہمیں انصاف ضرور ملے گا۔ اور ظلم اور ناانصافی کا ضرور خاتمہ ہو گا۔

میں اپنے اس مضمون کو اس گفتگو کو پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔ جو وفات سے چند روز قبل حضرت مرزا صاحب کی میاں فضل حسین بارایٹ لاء سے لاہور کے مقام پر ہوئی۔

"سوال: پھر اس معزز ملاقات کرنے والے مسٹر فضل حسین بیرسٹرایٹ لاء نے عرض کیا کہ اگر تمام غیر احمدیوں کو کافر کہا جاوے تو پھر اسلام میں کچھ باقی نہیں رہتا۔

جواب: فرمایا ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ آپ کو شائد معلوم نہ ہو جب میں نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے بعد بٹالہ کے مولوی محمد حسین ابو سعید صاحب نے بڑی محنت سے ایک فتویٰ تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ یہ شخص کافر ہے دجال ہے ضال ہے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے جو ان سے السلام علیکم یا مصافحہ کرے یا انہیں مسلمان کہے وہ بھی کافر۔ اب سنو یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اب آپ خود کہہ دیں کہ ان حالات کے ماتحت ہمارے لئے کیا راہ ہے۔ ہم نے ان پر پہلے کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اب جو انہیں کافر کہا جاتا ہے تو انہی کے کافر بنانے کا نتیجہ ہے۔ ایک شخص نے ہم سے مباہلہ کی درخواست کی ہم نے کہا دو مسلمانوں میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس نے خط لکھا ہم تجھے کافر سمجھتے ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ وہ آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں۔ اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے۔ لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں۔ تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے ہو نہیں سکتا"۔ (اخبار بدر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اگر مسلمان ایک مومن صادق کو کافر کہہ کے حدیث نبوی کے تحت کافر ہو گئے ہیں تو اس میں حضرت مرزا صاحب کا کیا قصور ہے۔ گناہ کا وبال ہمیشہ اس شخص کے سر ہوتا ہے جو اس کا ارتکاب کرتا ہے۔ جو کسی کے گھر پر ڈاکہ ڈالتا ہے وہ ڈاکو کہلاتا ہے۔ اس کی ذلت اس کے اپنے فعل بد سے ہوتی ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب نے کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے میں ابتداء کی ہوتی تو وہ اس الزام کے نیچے آتے۔ مگر ابتدا مسلمانوں نے کی اور اس الزام کے نیچے آ گئے۔ اور خود کردہ را علاج نیست والی بات ہو گئی۔ ان کے لئے سلامتی کی راہ یہی ہے کہ موجودہ روش چھوڑ دیں اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھنا شروع کر دیں۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو پھر منحوس دنوں کے آنے میں بھی کوئی دیر نہ ہو گی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی پانچ امتیازی خصوصیات

۱۔ تکمیل دین اور ختمِ نبوت پر حقیقی ایمان رکھنے والی واحد جماعت۔

جس کا بُنیادی عقیدہ ہے کہ شریعتِ کاملہ فرقان حمید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی پرانا ہی نازل ہو گا۔

۲۔ اتحاد بین المسلمین کی واحد نقیب جماعت جو نہ صرف ہر کلمہ گو مسلمان سمجھتی ہے بلکہ تکفیر المسلمین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

۳۔ مغربی دنیا میں اشاعتِ اسلام اور علومِ فرقان کی اوّلین مشعل بردار جماعت۔

جس نے اگر اسلامی دنیا میں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان کو زندہ کیا تو مغربی دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلا کر طلوع الشمس من المغربها کا معجزنما نظارہ دکھایا۔ اوّلین اسلامی مشن ۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے انگلستان میں قائم کیا۔ برلن میں پہلی مسجد حضرت مولینا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ۱۹۲۴ء میں حضرت مولینا محمد علیؒ نے شائع فرمایا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں ڈچ اور ۱۹۴۰ء میں جرمن زبانوں میں قرآن کے تراجم شائع کیے اس جماعت کی طرف سے اب تک درجنوں زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔ اصلاحِ ملّت کی واحد داعی جماعت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور حفاظت دین کا خدائی وعدہ اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اُمّت مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جن کا وجود اسلام کی صداقت، خدا کی ہستی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض پر شہادت ہو۔ حضرت مرزا صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ میں یہ ہے "ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

۵۔ صحیح اسلامی جمہوریت پر قائم جماعت

اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ بانی سلسلہ کی جانشین انجمن ہے نہ کوئی فردِ واحد۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی "الوصیت" کی رو سے وامرهم شوری بينهم کی محکم چٹان پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جمہوری نظام کی شکل میں استوار ہے ÷